ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

30

23 تا 29 شعبان المعظم 1432ھ/ 26 جولائی تا یکم اگست 2011ء

روزہ اور قرآن کی شفاعت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ”روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا)۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما)! اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا' پروردگار، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما)! چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحم خسروانہ سے اسے نوازا جائے گا)۔“

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

اس شمارے میں

رمضان، قرآن اور پاکستان

خلافت: حقیقی عادلانہ نظام

قرآن مجید سیکھنے کے لیے محنت ومشقت کی ضرورت

ماہ رمضان کے دوران تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ہونے والے دورۂ ترجمۂ قرآن پروگراموں کی فہرست

صبر محض اور اُس کی حکمت

ہمارے میر جعفر......
یہ کیسے میرے ہم سفر ہیں!

کشکول بردار قوم

تنظیمی اطلاعات وسرگرمیاں

سورۃ یونس

(آیات:24تا27)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ مِمَّا يَاۡكُلُ النَّاسُ وَالۡاَنۡعَامُ ؕ حَتّٰۤى
اِذَاۤ اَخَذَتِ الۡاَرۡضُ زُخۡرُفَهَا وَازَّيَّنَتۡ وَظَنَّ اَهۡلُهَاۤ اَنَّهُمۡ قٰدِرُوۡنَ عَلَيۡهَاۤ ۙ اَتٰٮهَاۤ اَمۡرُنَا لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا
حَصِيۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهۡدِىۡ
مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰۤٮِٕكَ
اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيۡنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۢ بِمِثۡلِهَا ۙ وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ
مِنۡ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا ؕ اُولٰۤٮِٕكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷﴾

’’دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا، پھر اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں، مل کر نکلا، یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہوگئی۔ اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ (کر ایسا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لیے ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ جن لوگوں نے نیکو کاری کی ان کے لیے بھلائی ہے اور (مزید برآں) اور بھی۔ اور ان کے مونہوں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی۔ یہی جنتی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا اور ان کے مونہوں پر ذلت چھا جائے گی، اور کوئی ان کو اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا۔ ان کے مونہوں (کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ ان) پر گویا اندھیری رات کے ٹکڑے اڑھا دیئے گئے ہیں۔ یہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔‘‘

دنیا کی زندگی کی بے ثباتی کے لیے یہاں ایک مثال بیان کی جا رہی ہے کہ دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسے ہے جیسے کہ پانی جو ہم بلندی سے، آسمان سے برساتے ہیں تو اس کے ساتھ زمین سے سبزہ نکل آتا ہے۔ زمین خشک اور بے آب و گیاہ پڑی تھی۔ کوئی ہریالی نہ تھی۔ بارش کے بعد زمین کے اندر ہی سے ہریالی ابھر کر باہر نکل آئی۔ نباتات تو زمین میں موجود تھیں، اُن کو نکالنے کا ذریعہ پانی بنا۔ اس سبزے میں سے لوگ بھی کھاتے ہیں اور حیوانات بھی۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنا پورا سنگھار کر لیتی ہے۔ دیکھیے، کس قدر خوبصورت الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں۔ سرسوں کے پھول جب پودوں پر آتے ہیں تو پورا کھیت عجب بہار دکھا رہا ہوتا ہے۔ تو یہی زمین کی زینت ہے۔ کھیتی کی یہ رونق دیکھ کر اس کے مالک سمجھتے ہیں کہ اب ہم اس پر قادر ہیں کہ جب چاہیں فصل کاٹ لیں، کھتے بھریں، اناج یا پھل حاصل کر لیں۔ مگر ہوتا کیا ہے کہ اس کھیتی پر یا باغ پر رات کے وقت یا دن کے وقت اچانک ہمارا ایک حکم آتا ہے اور ہم اس کھیتی کو یا اس باغ کو ایسا کر دیتے ہیں کہ جیسے وہ کٹ چکا ہو، اجڑ چکا ہو۔ گویا کہ وہ کھیت تھا ہی نہیں۔ ان کی محنت اکارت جاتی ہے۔ امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس مثال سے واضح کیا گیا ہے کہ یہی معاملہ انسان کا ہے۔ وہ محنت کرتا ہے، زندگی بھر مشقت اُٹھاتا ہے، اُسے آخرت کی فکر نہیں ہوتی اور اچانک موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اپنے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ اس وقت کی حسرت و یاس کا کیا فائدہ ہوگا۔ ؏ جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا۔ اسی طرح ہم اپنی آیات بتفصیل بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیں۔

اور دیکھو، اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے اور وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف یعنی طالب ہدایت کو ہدایت دیتا ہے۔

وہ لوگ جو احسان کی روش اختیار کریں گے، بھلائی کا طریقہ اپنائیں گے، اُنہیں جتنی ہی ملے گا یعنی بھلائی کا بدلہ بھلائی میں ملے گا، بلکہ اور زیادہ اچھا بدلہ ملے گا۔ اور ایسے لوگوں کے چہروں پر نہ سیاہی مسلط ہوگی نہ ذلت و رسوائی۔ یہ ہوں گے جنت والے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اور وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائیں، ان کے لیے اسی برائی کی مانند بدلہ ہوگا۔ زیادہ نہیں ہوگا۔ اور ان کے چہروں پر ذلت اور ندامت کے سائے پڑے ہوں گے۔ انہیں اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ان کے چہرے ایسے ہوں گے کہ گویا ان پر سیاہ تاریک رات کے کچھ ٹکڑے آ گئے ہوں۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

رمضان، قرآن اور پاکستان

رمضان، قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ نہیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے، وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان کی اس شب میں قائم ہوا، جس کے بارے میں گمانِ غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہی ہے جسے قرآن نے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ اگرچہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے، لیکن پھر بھی 1947ء کے آغاز میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر اُبھر سکے گی۔ انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باوجود اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ نا قابل فہم سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن تشکیلِ پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیامِ پاکستان کا اعلان خالصتاً کن فیکون کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔ 1940ء کی قرارداد لاہور میں پاکستان کا ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد زمینی فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے۔ لیکن رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان نے کیا سلوک کیا، یہ ایک دل فگار کہانی ہے۔ رمضان کو تاجروں، سٹاکسٹوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا حال یہ ہے کہ گراں فروشی کے الزام میں چھوٹے چھوٹے دکانداروں اور کریانہ فروشوں کو گرفتار کر رہی ہے اور اپنی گراں فروشی کا یہ عالم ہے کہ دنیا بھر میں تیل انتہائی سستا ہو گیا لیکن پاکستان میں تیل کے نرخ میں جو کمی کی گئی اُسے عوام سے مذاق ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندو سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی، اس کی دشمنی مول لی اور نتیجہ کے طور پر ہندو کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے، بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی، یعنی پاکستان پر جان، مال اور عزت جو انسان کا کُل سرمایہ ہوتا ہے، سب کچھ لٹا دیا۔ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ'' اتنا پرکشش نعرہ تھا اور نظریۂ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے یوں تو دو بنیادی ماخذ ہیں: قرآن اور حدیث، لیکن یہ دو بھی اس طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرت رسول ﷺ اور خُلقِ رسول ﷺ ہی کا تو بیان ہے۔ یعنی قرآن دین متین کا اصل منبع، سرچشمہ اور ماخذ ہے، اور سنت رسولؐ قرآن کی تشریح و تفسیر اور دین کا ماخذ ہونے کے ساتھ قرآن کی عملی تعبیر بھی ہے۔ لہٰذا نظریہ پاکستان کی آبیاری کے لیے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہیے تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جاتا، قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا۔ آخر انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے تو قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عربی کیوں نہیں سیکھی جا سکتی۔ اگرچہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ایک لطف، سرور اور کیف محسوس ہوتا ہے، اور ایک مسلمان ثواب کا مستحق بھی ٹھیرتا ہے، لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراط مستقیم پر چلنے کے لیے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر آگے بڑھا جاتا اور اس کے روکے رکا جاتا۔ لیکن صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

23 تا 29 شعبان المعظم 1432ھ — جلد 20
26 جولائی تا یکم اگست 2011ء — شمارہ 30

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

عملی زندگی سے اسلام کو خارج کر دیا گیا۔ ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال دیئے ہیں اور غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔ یعنی ایمان کے حوالہ سے خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ نتیجتاً ہم صراط مستقیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے، ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں، ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بدیانتی اور منافقت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ یعنی لوڈ شیڈنگ سے اگر قوم ظاہری اور باہری طور پر اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے تو ان باطنی بیماریوں سے مسلمانانِ پاکستان کا باطن سیاہ ہو چکا ہے۔ اُن کے ضمیر پر مُردنی چھائی ہے اور ارواح مضمحل ہو چکی ہیں، جو اجتماعی بے حسی کا سبب بنی ہیں۔ مقتدر طبقات کی لوٹ مار اور دولت اور وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ یا وہ لوگ ہیں جو نزلہ و زکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو بنیادی انسانی ضروریات سے محرومی کے باعث بھوک اور بیماری کے ہاتھوں موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔

قیام پاکستان کے وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس مملکت خداداد میں سیکس ورکرز کا اجتماع ہو گا اور دھوم دھڑلے سے ہو گا، نہ حکومت اس پر کوئی گرفت کرے گی اور نہ عوامی سطح پر کوئی احتجاج ہو گا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابلیسی سوچ ایک قدم اور آگے بڑھ گئی اور پاکستان میں امریکی سفارت خانہ میں ہم جنس پرستوں کا اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان سے پچھتر (75) افراد نے شرکت کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دی۔ اُدھر امریکہ اپنے حضور سربسجود پاکستان کی ناک اب پوری قوت سے زمین پر رگڑ رہا ہے۔ ڈرون حملوں کی بارش جاری ہے۔ فاٹا اور دوسرے قبائلی علاقے اِن حملوں سے لہولہان ہیں۔ یہ دن بھی پاکستانیوں کو دیکھنا تھا کہ کٹھ پتلی افغان صدر کرزئی کی فوج پاکستانی سرحد عبور کر کے ہماری آبادیوں، مدرسوں اور مساجد کو تباہ و برباد کر رہی ہیں، ہمارے سکیورٹی اہلکار مارے جا رہے ہیں، لیکن ہماری حکومت اور فوج صدائے احتجاج بلند کرنے پر اکتفا کرتی ہے۔

قصہ مختصر اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں لیکن مایوسی کفر ہے۔ ضرورت ہے واپس لوٹنے کی، قرآن کی طرف رجوع کرنے کی جو نسخہ کیمیا ہے اور اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے، جو ہمیں ماضی سے بھی آگاہ کرتا ہے اور مستقبل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ہم غور کریں کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ کیا ہے۔ ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے ہمارا تعلق نعت گوئی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ لہٰذا عملی لحاظ سے ہمارا معاشرہ

(باقی صفحہ 16 پر)

پریس ریلیز — **حافظ عاکف سعید**

وزیر داخلہ کی کراچی میں اسرائیلی اسلحہ کے استعمال کی بات پاکستان اور اسلام دوست قوتوں کے لیے کوئی انکشاف نہیں

پاکستان کی سلامتی کو اصل خطرہ طالبان سے نہیں، امریکہ اسرائیل اور بھارت کی شیطانی ٹرائیکا سے ہے۔ حکمران اِس ٹرائیکا کے خلاف عملی اقدامات کریں

کراچی میں لگی ہوئی آگ کو اسرائیل سے ایندھن فراہم کیا جا رہا ہے۔ یہ پاکستان اور اسلام دوست قوتوں کے لیے کوئی انکشاف نہیں ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے وزیر داخلہ کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی جس میں انھوں نے کہا ہے کہ کراچی میں استعمال ہونے والا اسلحہ اسرائیل سے آ رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی ایک عرصہ سے یہی بات کہہ کر حکمرانوں کے کان کھولنے کی کوشش کر رہی ہے کہ پاکستان کی سلامتی کو اصل خطرہ، امریکہ اسرائیل اور بھارت کی شیطانی ٹرائیکا سے ہے جبکہ ہمارے حکمران اسی ٹرائیکا کا پڑھایا ہوا یہ سبق دہراتے رہتے تھے کہ پاکستان کی سلامتی کو طالبان وغیرہ سے خطرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکمرانوں کی آنکھیں اگر کھل چکی ہیں تو ان کا دینی، ملی اور قومی فریضہ ہے کہ وہ ملکی سلامتی کے تحفظ کے لیے اس ٹرائیکا کے خلاف عملی اقدام کریں اور قوم کو اعتماد میں لے کر اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے اس ٹرائیکا کے خلاف چٹان بن جائیں۔ علاوہ ازیں طالبان کے خلاف بلاثبوت پروپیگنڈا کرنے سے باز آ جائیں۔ (پریس ریلیز: 18 جولائی 2011ء)

امریکہ کے ناجائز مطالبات تسلیم کرتے چلے جانے کا نتیجہ مکمل تباہی ہوگا

حکمران امریکہ کے آگے سربسجود ہونے کی بجائے اللہ کو راضی کریں

پاکستان نے امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں خود کو انتہائی کمزور اور لاچار کر لیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ اگرچہ پاکستان کی حکومت امریکہ کے آگے سربسجود ہے اور ہر حکم کی تعمیل کر رہی ہے لیکن امریکہ راضی نہیں ہو رہا۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں کی بارش بھی جاری ہے، پاکستان کی امداد میں کٹوتی کا بل بھی منظور ہو گیا اور غلام نبی فائی جیسے پرو پاکستانی کشمیری کو بھی بلا وجہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم نے اللہ پر توکل اور بھروسا کرنے کی بجائے امریکا کا دامن پکڑا جو بے شمار جانی و مالی قربانیوں کے باوجود راضی نہیں ہو رہا۔ اُنھوں نے کہا کہ ایران نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ کا ڈرون طیارہ گرایا ہے لیکن ہمارے حکام صلاحیت رکھتے ہوئے بھی ایسا کرنے سے گریزاں اور خوفزدہ ہیں اور اپنے شہریوں کی بلادریغ ہلاکت کا باعث بن رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر ہم امریکہ کے ناجائز مطالبات تسلیم کرتے چلے گئے تو وہ ہمیں ڈومور کہتا ہوا مکمل طور پر تباہ و برباد کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ (پریس ریلیز: 22 جولائی 2011ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

خلافت: حقیقی عادلانہ نظام

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 8 جولائی 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ النور کی آیات 54، 55 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے جمعہ خلافت اور نظام خلافت کے حوالے سے گفتگو کا آغاز ہوا تھا۔ یہ موضوع دینی حوالے سے بھی نہایت اہم ہے اور مسلمانوں کی ملی زندگی کے اعتبار سے بھی اس کی خصوصی اہمیت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اس کو بالکل فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ اُمت مسلمہ کو یاد بھی کروایا تو کس نے کروایا، جارج ڈبلیو بش نے۔ اُس نے کہا تھا کہ القاعدہ انڈونیشیا سے مراکش تک خلافت قائم کرنا چاہتی ہے۔ یہ گویا ناقابل معافی ''جرم'' ہے۔ حالانکہ خلافت کیا ہے؟ رب کی دھرتی پر رب کا نظام۔ سیدھی سی بات ہے کہ زمین جس کی ہے' اُس پر قانون بھی اُسی کا چلنا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ خلافت اور اُس کے قیام کی بات کرنا جرم ہے' جس کے خلاف ہم آخری حد تک جائیں گے۔ ہم رب کا نظام قائم نہیں ہونے دیں گے۔ دنیا میں ہمارا اپنا شیطانی ابلیسی نظام ہی چلے گا اور ہم اس کی بھرپور حفاظت کریں گے۔ خلافت کیا ہے؟ یہ ایک عادلانہ بابرکت نظام ہے۔ اس نظام کی بے مثال برکات ہیں۔ اِسی کے ذریعے نوع انسانی کو ان کے حقوق ملے، احترام آدمیت ملا۔ مولانا ابوالکلام آزاد خلافت کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کے لئے ایک خاص ذمہ دار قوم و حکومت قائم ہو۔'' ظاہر ہے کہ ہدایت ہی وہ شے ہے جس کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ہم دارالامتحان میں ہیں۔ یہ نظام اُس ہدایت کی شاہراہ کی طرف لانے والا اور نوع انسانی کی سعادت اور خوش بختی کا ضامن ہے۔ خوش بختی صرف دنیا ہی کی نہیں، اصل خوش بختی تو آخرت کی ہے' جو ابدی زندگی ہے۔ یہ زندگی تو مختصر سا عرصہ ہے جو ہم بطور امتحان گزار رہے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں فصلیں انسانوں کی کٹ کر اپنا امتحانی وقفہ پورا کر کے پیوند خاک ہو چکی ہیں۔ یہ جو فصل اس وقت کھڑی ہے اس کی بھی اکثریت 30 سال کے بعد پیوند خاک ہو چکی ہوگی۔ ہم یہاں تھوڑے سے عرصے کے لئے آئے ہیں۔ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ ''وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں نافذ کرے' ظلم و جور اور ضلالت و طغیانی سے اس کی زمین پاک ہو جائے۔'' جب وہ نظام عدالت قائم ہوگا تو پھر ظلم، استحصال، گمراہی سب چیزوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ''ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیت دنیا میں پھیل جائے اور اللہ کا وہ ہمہ گیر قانون عدل جو تمام کائنات ہستی میں سے سورج لے کر زمین کے ذرات تک قائم و نافذ ہے، اور جس کو قرآن حکیم اپنی زبان میں صراط مستقیم سے تعبیر کرتا ہے، زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاری و ساری ہو کر کرۂ ارضی کو سعادت و امنیت کی ایک بہشت زار بنا دے۔''

یہ ہیں وہ الفاظ جن میں نظام خلافت کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا۔ ایسی ہی حکومت اور طرز حکمرانی خلافت ہوگی۔ اور اس کے سربراہ کو امیر بھی کہا جا سکتا ہے' امیر المومنین بھی اور خلیفہ بھی۔ خلیفہ کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کو نافذ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھی اسی لیے بھیجا تھا۔ نبیؐ کا مقصد بعثت بھی یہی ہے کہ دنیا میں وہ نظام عدل قائم ہو جائے۔ چنانچہ سورۃ الحدید میں فرمایا:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ﴾

''ہم نے ہی بھیجا اپنے رسولوں کو بڑی واضح تعلیمات کے ساتھ اور ان کے ساتھ ہم نے (دو چیزیں) کتاب اور میزان نازل کیں۔''

میزان ہر سطح پر عدل و انصاف پر مبنی نظام ہے۔ اللہ نے رسول کیوں بھیجے؟ انہیں کتاب اور میزان کیوں عطا کی؟ اس لیے تاکہ رب کی دھرتی پر یہ نظام عدل و قسط قائم ہو جائے، کیونکہ یہی نظام عدل و قسط کا ضامن ہے۔ باقی تمام نظام استحصالی ہیں۔ وہ بظاہر کتنے ہی خوشنما نظر آتے ہوں، حقیقت میں ظلم و جور اور استحصال و استبداد کی بدترین شکلیں ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ﴾

''اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے۔''

اللہ نے لوہا کیوں اتارا؟ اس لئے تاکہ اُس کی اس زمین پر اسلام کے نظام عدل کے قیام میں جو لوگ، جو طبقات رکاوٹ بنیں، ان کے خلاف لوہے کو استعمال کر کے ان کا سر کچلا جائے۔ وہ لوگ جو نوع انسانی کی گردنوں میں ظلم اور جبر کا جوا ڈالے ہوئے ہیں، انسانوں کے حقوق غصب کر رہے ہیں' ان کے خون پسینے کی کمائی کشید کر کے اپنے محلات تعمیر کرتے ہیں، وہ حقیقت میں نظام عدل اجتماعی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ لوہے سے ان کا علاج کیا جائے۔ معلوم ہوا کہ

اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کے لئے جنگ و قتال لازمی ہے۔ بنابریں نبی اکرم ﷺ کو بھی ہاتھ میں تلوار لینی پڑی، باوجودیکہ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ وہ طبقات جو نظام حق کے قیام میں رکاوٹ بنتے ہیں، اُن کی سرکوبی ہی میں نوع انسانی کی بھلائی ہے۔ جسم میں کسی ایک جگہ کوئی بہت ہی ناسور قسم کا پھوڑا نکل آئے' اور اس سے پورے جسم کو خطرہ ہو تو پھر جراحی تو کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ یہی آدمی کے لئے باعث حیات ہے۔

﴿وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

''اور لوگوں کے لیے (اس میں) اور فائدے بھی ہیں۔''

لوہے سے لوگ اپنے استعمال کی بے شمار چیزیں بناتے ہیں۔ باورچی خانے میں استعمال ہونے والی اکثر چیزیں لوہے سے بن رہی ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾﴾

''اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے۔ بے شک اللہ قوی اور زبردست ہے۔''

اللہ محتاج نہیں ہے۔ وہ تو القوی ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ لیکن حق و باطل کی کشمکش کے ذریعے وہ ہمارا امتحان لے رہا ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم میں سے کون سچا وفادار ہے۔ کون ہے جو اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جدوجہد کر کے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی مدد کرتا ہے اور اسباب کے نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ پر توکل کرتا ہے، اور کون ہے جس کا ایمان صرف زبان کی نوک پر ہے اور آزمائش کا ایک جھٹکا آتے ہی اندر سے ایمان کا ملمع اتر جاتا ہے۔ یہ سارا معاملہ کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ خود وہ نظام زبردستی نافذ کیوں نہیں کر دیتا؟ اس کی تو پوری کائنات میں حکومت چل رہی ہے۔ وہ یوں کیوں نہیں کرتا کہ آن واحد میں اپنی دھرتی پر اپنا قانون جاری و ساری کر دے اور کوئی اُس کے دین سے بغاوت نہ کر سکے۔ یہ اصل میں ہمارا امتحان ہے۔ اللہ کی اس زمین پر اللہ کے سب سے بڑے دشمن اور باغی ابلیس کا قبضہ ہے۔ دنیا میں اس وقت اسی کا نظام چل رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، ہم اللہ کے وفادار ہیں، تو پھر وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ نے جو نظام دیا ہے، موجودہ شیطانی نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کی جگہ اللہ کے دیئے ہوئے نظام عدل اجتماعی کو نافذ کریں۔

نظام عدل اجتماعی جو رسولوں کو دیا گیا، کامل ترین شکل میں نبی اکرم ﷺ کو ملا اور اس کی تصدیق آج بھی اللہ کی طرف سے موجود ہے۔ اللہ نے فرمادیا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾ (المائدۃ:3)

''(اور) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

نبی اکرم ﷺ نے جزیرہ نما عرب میں اس نظام کو بالفعل غالب و قائم فرما دیا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس کے غلبہ کے لئے جدوجہد کریں۔ یہ ہمارا امتحان ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ دنیا میں 160 کروڑ مسلمانوں کے ہوتے ہوئے پوری زمین پر شیطان کا راج ہو' بغاوت پر مبنی شیطانی نظام چل رہا ہو' اور اللہ کا نظام زمین میں کہیں بھی نافذ نہ ہو۔

نظام عدل اجتماعی کے حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ پوری نوع انسانی کے لیے عادلانہ نظام صرف وہی ہوسکتا ہے جو ہمارے خالق و مالک نے ہمیں عطا کر دیا۔ اللہ سب کا خالق و مالک ہے۔ وہ سب کی نفسیات کو جانتا اور سب کے انسانی تقاضوں سے واقف ہے۔ عادلانہ نظام وہی عطا کر سکتا ہے۔ انسانوں میں سے جب بھی کوئی طبقہ نظام بنائے گا تو وہ طبقاتی مفادات کا خیال رکھے گا، پوری نوع انسانی کے مفادات کا کوئی خیال نہیں کر سکتا۔ سرمایہ دار نظام بنائے گا تو سرمائے کا تحفظ کرے گا جیسا کہ آج کا سرمایہ داری نظام سرمائے کا تحفظ کرتا ہے بلکہ جمہوریت کی پوری بساط اسی لیے ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کا نظام عدل اجتماعی توحید کی بنیاد پر ہے۔ یہ توحیدی نظام ہے۔ معاشرتی سطح پر توحید کیا ہے؟ کوئی انسان نسل' رنگ' زبان الغرض کسی بھی اعتبار سے دوسروں سے برتر نہیں ہے۔ وحدت الٰہ اور وحدت آدم کی بنیاد پر سب ایک ہیں۔ یعنی سب ایک اللہ کی مخلوق ہیں، اور سب کو ایک انسانی جوڑے سے آدم وحوا سے پیدا کیا گیا ہے۔ سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے ان میں کوئی اونچا نہیں' کوئی نیچا نہیں۔ یہی بات ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں کھول کر سنائی تھی۔ ''اے لوگو! جان لو تمہارا رب بھی ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم سب آدم (وحوا) کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔ جان لو، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ کسی کالے کو گورے پر' اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے۔ فضیلت کا معیار تو بس تقویٰ ہے۔'' یہ ہے اسلام کے معاشرتی نظام میں توحید کا اظہار۔

معاشی سطح پر توحید کا مظہر کیا ہے؟ زمین بھی اللہ کی ہے اور اس زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کا مالک بھی اللہ ہی ہے۔ انسان مالک نہیں ہے، امین ہے۔ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کچھ وقت کے لیے بطور امانت دیا ہے۔ لہٰذا اس امانت کا استعمال مالک کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اللہ نے ہمیں جس انداز سے اُسے استعمال کرنے کا اختیار دیا، بس اسی تک ہمیں حق ہے، آگے نہیں ہے۔

اسلام نے جو معاشی نظام دیا ہے اس میں کامل عدل ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ ریاست کے وسائل سے استفادہ کے مواقع سب کے لیے یکساں ہونے چاہئیں۔ یہ نہ ہو کہ ایک طبقہ تو کل وسائل پر قابض ہو کر بیٹھ جائے اور بقیہ پوری آبادی خط غربت سے بھی نیچے جا رہی ہو، محروم سے محروم تر ہو رہی ہو۔ ہمارے ملک میں یہی ہو رہا ہے۔ یہ انتہا درجے کی بے انصافی ہے۔ معاشی سطح پر سب کے لئے یکساں مواقع ہونے چاہئیں۔ یہ ضرور ہے کہ اللہ نے کسی کو زیادہ دیا اور کسی کو کم۔ یہ اُس کی اپنی حکمت ہے۔ وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے، کسی کو تنگی سے آزماتا ہے۔ لہٰذا یہ تو نہیں ہوسکتا آمدنی میں سب شہری بالکل برابر ہو جائیں۔ ریاست کی ساری دولت لوگوں میں برابر برابر تقسیم کر دی جائے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں کوئی کسی کا معاشی طور پر استحصال نہ کر سکے۔ اسی لئے اسلام نے ایسی تمام شکلوں کو جس میں دوسروں کا استحصال ہوتا ہو حرام قرار دیا ہے۔ سود خوری حرام ہے۔ ذخیرہ اندوزی حرام ہے۔ عوام کو اشیائے صرف اور اشیائے خورد و نوش کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر سرمایہ دار یہ کرتا ہے کہ اِن اشیاء سے اپنے گودام بھر لیتا ہے، بازار میں لاتا ہی نہیں، تاکہ مصنوعی قلت پیدا ہو جائے اور پھر وہ من مانی قیمتیں وصول کر سکے۔ ظاہر ہے، لوگوں کو جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کھانا ہے۔ لہٰذا وہ اشیائے خورد و نوش دوگنا، تین گنا قیمتوں پر بھی خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایسی تمام شکلیں جن میں نوع انسانی کا استحصال کیا جاتا ہو سب حرام ہیں۔ یہ پابندیاں لازمی ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ دولت میری ہے، میں جس طرح چاہوں اسے خرچ کروں۔ جیسے چاہوں کماؤں اور جیسے چاہوں اسے ملٹی پلائی کروں۔ اسلامی ریاست میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں یہ ہے کہ سرمایہ دار شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر سرمایہ کاری کر سکتا ہے۔ اسلام میں

سرمایہ داری نہیں ہے، سرمایہ کاری ہے۔ سرمایہ داری یہ ہے کہ سرمایہ ایک ہی طبقہ میں گھومتا رہے، سرمایہ ہی سرمائے کو generate کرے، اور بقیہ نوع انسانی اس سے محروم رہے۔ یہودیوں نے یہی کام کیا، پوری نوع انسانی کو معاشی شکنجے میں جکڑنے کے لیے دنیا میں سودی نظام متعارف کروایا اور اُسے پھیلایا ہے۔ اس سودی نظام کو آج ہم بھی سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ سود شیطانی نظام کا ایک بہت بڑا آلہ ہے، جس سے انسانیت have اور have nots میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اسلامی ریاست طبقاتی تقسیم گوارا نہیں کرتی۔ وہ تمام لوگوں کی بنیادی ضروریات کی ذمہ دار ہے۔ اسلام نے وہ تمام طریقے ممنوع قرار دیئے ہیں، جن میں سرمایہ سرمائے کو generate کرتا ہے، اور دولت کے انبار لگتے چلے جاتے ہیں۔ ایسی تمام حرام شکلوں میں سود سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کہنے کو تو اُس وقت بھی لوگوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے۔ ہمیں تو سود میں اور تجارت میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ تجارت کیا ہوتی ہے؟ ایک شخص منڈی سے سبزی 10 روپے کلو میں لاتا ہے اور اپنی دوکان پر لا کر اسے 12 روپے کلو میں بیچ کر دو روپے کماتا ہے۔ ظاہر ہے یہ جائز اور حلال ہے بلکہ یہ کمائی ایسی ہے جو سب سے زیادہ بابرکت ہے۔ اب اگر ایک شخص کسی کو 10 روپے قرض دیتا ہے اور دو دن کے بعد اس سے 12 روپے واپس لیتا ہے، تو کہا گیا کہ یہ 2 روپے سود کیسے ہو گیا۔ سود اور تجارت میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن جو لوگ اسلامی معیشت کا علم رکھتے ہیں اور آج کل کی معاشیات کی بھی تہہ میں اترے ہوئے ہیں، انہیں خوب معلوم ہے کہ یہ سود کتنی بھیانک شے ہے۔ اسی لئے تو قرآن مجید میں سود کے لئے انتہائی سخت الفاظ آئے ہیں کہ اگر سود نہیں چھوڑتے تو سن لو اللہ اور رسول کی جانب سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اور احادیث میں اس قدر شناعت آئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں۔ ان میں سب سے ہلکا (سب سے چھوٹا حصہ) یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ غلط کاری کرے“۔ سود کی اتنی خباثت اور اتنی قباحت کیوں ہے؟ اس لئے کہ بے روزگاری اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ محرومی اِسی سے بڑھتی ہے۔ اسی سے انسانوں کے اندر طبقات پیدا ہوتے ہیں۔ دولت کا ارتکاز ہوتا ہے۔ ایک طرف غربت اور افلاس بڑھتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف دولت کا ہیضہ ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ معاشرے میں تقسیم دولت کا غیر منصفانہ نظام دو دھاری تلوار کی طرح ہے۔ اس نظام کے ہمہ پہلو نقصان ہیں۔ اس لیے کہ جن کے پاس ارتکاز دولت ہے، جو سودخور سرمایہ دار طبقات ہیں، انہیں مال و دولت کی محبت انسان سے درندہ بنا دیتی ہے۔ وہ انتہائی کٹھور دل، سفاک، بے رحم ہو جاتے ہیں۔ ان میں انسانی جذبات ہمدردی، خوش اخلاقی، بھائی چارہ، کسی کی مدد کر کے ایک راحت محسوس کرنا وغیرہ دم توڑ دیتے ہیں۔ موجودہ دور میں اس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی بنک سے سودی قرض لیا۔ اس کے لئے اپنا مکان گروی رکھوایا۔ لیکن اب اُس کے پاس پیسے نہیں ہیں کہ قرضہ ادا کر پائے، تو کیا ہوگا۔ یہی کہ اُس کا مکان خالی کروایا جائے گا، خواہ اُس کے بچے بلک رہے ہوں، اور اُسے سامان گھر سے باہر رکھنا پڑے۔ افسوس کہ آج ہماری حکومت اور ہمارا پورا جمہوری نظام اسی نظام کو سپورٹ کرتا ہے۔ یہ ہے وہ معاشی بے انصافی اور گھناؤنی واردات جو نوع انسانی کے ساتھ ہو رہی ہے۔

معاشی استحصال کے تمام دروازے بند کر دینے کے بعد بھی اگر لوگ محروم رہ گئے ہوں، اور اپنی ضروریات کے حوالے سے ان کی آمدنی ناکافی ہو تو اسلامی ریاست اُن کی کفالت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ وہ انہیں بنیادی ضروریات فراہم کرتی ہے۔ ہمارے ہاں کبھی یہ نعرہ لگا تھا: روٹی، کپڑا اور مکان، مانگتا ہے ہر انسان۔ اس نعرہ کی تہہ میں یہی بات ہے۔ ہر انسان کا حق ہے کہ اس زمین پر اس کا کچھ نہ کچھ ہو، زمین کے وسائل میں بھی اس کا حق تسلیم کیا جائے۔ اسلام کے نزدیک یہ بات ہرگز قرین انصاف نہیں کہ کچھ لوگ ہزاروں مربعوں کے مالک ہوں اور بعض بے چاروں کو دو گز زمین بھی نہ ملے۔ یہ تو حد درجہ ناانصافی اور استحصال ہے۔ جیسے کہ ہمارے ہاں جاگیردارانہ نظام چلا آتا ہے۔ جاگیرداروں کو جو بڑی جاگیریں ملی ہوئی ہیں، وہ انگریزوں سے وفاداری اور اسلام اور مسلمانوں سے غداری کے صلے میں ملی ہیں۔

سیاسی میدان میں توحید کا مظہر اللہ تعالیٰ کی حاکیت اعلیٰ کا تصور ہے۔ نظام خلافت کا اصل الاصول یہ ہے کہ حکمرانی صرف اللہ کی ہے۔ انسانوں کے لیے حکمرانی ہے ہی نہیں۔ جب تمام انسان برابر ہیں تو پھر یہ بات صریح ناانصافی ہوگی کہ انسانوں میں سے کچھ دوسروں پر حکمران بن بیٹھیں، اور دوسرے اُن کے محکوم ہوں۔ حکمران اپنی مرضی کے قوانین بنائیں اور دوسروں پر نافذ کریں۔ ع تمیز بندۂ و آقا فساد آدمیت ہے۔ جب سب انسان برابر ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے، پھر کسی کو کیا حق ہے کہ دوسروں پر اپنی حاکمیت قائم کرے، ایک خاندان دوسروں پر حکمرانی کرے، وہی قانون بنائے، وہی ٹیکس کا نظام بنائے، انسانوں کے حقوق غصب کرے، ان کے خون پسینے کی کمائی کھینچے۔ جیسے چاہے سسٹم بنائے۔ کوئی بھی یہ حق ہرگز نہیں رکھتا کیونکہ حاکم تو اللہ ہے، کسی خاندان یا فرد کو حاکیت کا کوئی حق نہیں۔ خلیفہ اللہ ہی کے قانون کو نافذ کرے گا۔ پھر یہ کہ سیاسی سطح پر بھی یہ بات عدل کے منافی ہے کہ ایک ہی فیملی کے پاس حکومت ہو۔ باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہو، پھر اُس کا بیٹا بادشاہ ہو۔ یہ چیز خلافت کی روح سے ہم آہنگ نہیں۔ اگرچہ ہمارے ہاں خلافت کے بعد جو ملوکیت آئی وہ اس انداز کی نہیں تھی کہ بادشاہوں کو یہ اختیارات ملے ہوں کہ جو چاہیں قانون بنائیں۔ قانون تو اللہ ہی کا تھا۔ قاضی موجود تھے۔ مفتی موجود تھے۔ اسلامی عدالتیں قائم تھیں۔ حق بات کہنے والے لوگ موجود تھے۔ پورے شرعی نظام کا سٹرکچر وہی تھا جو خلافت راشدہ میں تھا۔ بس یہ رخنہ پڑ گیا کہ شورائیت کی روح مجروح ہو گئی تھی۔ عوام کے مشورے کے بغیر ایک ہی خاندان کی حکومت کی روایت پڑ گئی۔ خلافت راشدہ میں یہ تھا کہ خلیفہ مسلمانوں کے مشورے سے منتخب ہونا چاہیے، جو اہل ترین شخص ہو اور اِس منصب کے لائق ہو اور خلافت کو چلا سکے۔ ایسے شخص کو منتخب کر کے اوپر بٹھا دیا جائے۔ جو بھی ذمہ دار لوگ ہوں، وہ ایسے شخص کو منتخب کریں۔ خلافت میں روح شورائیت کا ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ چاہے کسی بھی خاندان اور کسی بھی نسل سے ہو، شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ اسے معلوم ہو کہ دین اسلام کیا ہے؟ خلافت اور خلیفہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ وہ دین کا جاننے والا ہو، قرآن وسنت کا فہم رکھنے والا ہو، دین کے مزاج سے واقف ہو اور خلافت کی ذمہ داریاں اٹھانے کا اہل ہو۔ یہ ہے آئیڈیل شکل جو دور خلافت راشدہ میں موجود تھی۔ ملوکیت میں خلافت کی روح شورائیت مجروح ہو گئی تھی۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ 30 سال بعد ہی حضور ﷺ کا دیا گیا نظام ختم ہو گیا، بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ بہرکیف نظام خلافت توحیدی نظام ہے۔ اس کے تمام اجتماعی گوشوں کی اساس توحید ہے۔ گویا یہ سب نکتہ توحید ہی کی تفسیر ہیں اور اسی کی بنیاد پر یہ نظام کامل عادلانہ نظام ہے۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

☆☆☆

قرآن حکیم سیکھنے کے لیے محنت و مشقت کی ضرورت

حافظ محمد مشتاق ربانی

قرآن کریم کی ایک آیت سیکھنے کے لیے صحابہ کرام ؓ نے جو دشواریاں اُٹھائیں، ان کا حال آج ہمیں معلوم نہیں۔ آج قرآن ہمارے سامنے ایک خوبصورت مجلد کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ قراء پڑھانے کے لیے موجود ہیں۔ لیکن ہم اس سہولت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جبکہ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہم کتنی مشقت جھیلتے ہیں۔ سب سے بہتر سکول میں اپنے بچے کو داخل کرواتے ہیں۔ تعلیم کے دوران اس کی اچھی یونیفارم اور متوازن خوراک کا انتظام کرتے ہیں۔ ہوم ورک اور اضافی کوچنگ کے لیے باقاعدہ ٹیوٹر رکھتے ہیں۔ امتحانات کے دوران اگر کوئی اہم موقع خوشی یا غمی کا پیش آ جائے تو ہم اس کے امتحانات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے اسے بیرونِ ملک بھی بھیجتے ہیں۔ یہ سب دنیاوی تعلیم کے حصول کے لیے کرتے ہیں، تاکہ ہمارا بیٹا ڈاکٹر یا انجینئر بن جائے۔ یہ امور بچے کی تعلیم کے معاملے میں قابلِ اعتراض نہیں ہیں، بلکہ قابلِ تحسین ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ قرآن حکیم سکھانے کی جانب ہماری توجہ دنیاوی تعلیم کے مقابلے میں نہایت ہی کم ہے۔

قرآن کریم کی قدر ان صحابہ کرام ؓ سے پوچھئے جنہوں نے ایک ایک چھوٹی چھوٹی آیت کی خاطر ماریں کھائیں، کفار کے ظلم و ستم برداشت کیے اور کس کس طرح اس قرآن کریم کا علم حاصل کیا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک صحابی تھے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بہت چھوٹے بچے تھے اور مدینہ طیبہ سے دور ایک بستی میں رہتے تھے۔ ان کے لیے مدینہ طیبہ میں آنا جانا ممکن نہیں تھا، مسلمان ہو چکے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ جا کر علم حاصل کرنا ان کی اپنی ذاتی مجبوری کی وجہ سے مشکل تھا۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں یہ کیا کرتا تھا کہ روزانہ اُسی راستے پر چلا جاتا جہاں سے مدینہ کے قافلے آیا کرتے تھے۔ جب کوئی قافلہ آتا تو ان سے پوچھتا کہ بھائی اگر آپ لوگ مدینہ سے آ رہے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو قرآن کریم کی کوئی آیت یاد ہے؟ اگر کسی کو کوئی آیت یاد ہو تو مجھے سکھا دیجئے۔ قافلہ میں کسی کو ایک آیت یاد ہوتی، کسی کو دو آیتیں یاد ہوتیں، کسی کو تین آیتیں یاد ہوتیں۔ اس طرح میں نے قافلہ والوں کے پاس جا جا کر، سن سن کر ایک ایک اور دو دو آیتیں حاصل کیں اور الحمدللہ اس طرح میرے پاس قرآن کریم کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

قرآن حکیم کو سیکھنے میں مشقت جھیلنا بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔ حدیث نبوی ہے:

((اَلَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ لَہٗ اَجْرَانِ)) (متفق علیہ)

''جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہوا اٹکتا ہے اور اس کے لیے اس کا پڑھنا دشوار ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔''

اٹک اٹک کر پڑھنے والے کو ایک اجر تو تلاوت کا ملتا ہے، دوسرا اجر اس محنت و مشقت کا ملتا ہے جو وہ قرآن مجید سیکھتے ہوئے اُٹھاتا ہے۔ ہم عجمی لوگوں کی اکثریت کو ناظرہ قرآن پڑھتے ہوئے عربی زبان کے حروف کے مخارج سیکھتے ہوئے مشقت ہوتی ہے۔ خاص طور پر عین کا مخرج لوگوں سے آسانی سے ادا نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح ح، خ اور س، ص میں صحیح فرق کرنا آسان نہیں دکھائی دیتا۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ان مخارج کے سیکھنے میں جو ہم محنت کرتے ہیں وہ اجر سے خالی ہے۔ نہیں! بلکہ اس امر پر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دوہرے اجر سے نوازے گا۔

قرآن حکیم کو سیکھنا صرف قراءت تک ہی محدود نہیں بلکہ اس سے آگے سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم عربی زبان سیکھیں۔ ہم اسی طرح عربی سیکھیں جس طرح ہم انگریزی زبان سیکھتے ہیں۔ ہم انگریزی کی شاعری کو پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے ادباء کو جانتے ہیں بلکہ ہم میں سے بعض لوگ انگریزی میں اتنی مہارت پیدا کر لیتے ہیں کہ وہ انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب پر نقد بھی کر سکتے ہیں۔ اسی حد تک ہمیں عربی زبان بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔ صرف چند قواعد سیکھ لینا کافی نہیں ہے کہ ہم ضَرَبَ یَضْرِبُ کی گردان یاد کر لیں، مرکبات سیکھ جائیں، حروف جارہ کا استعمال آ جائے، بڑی چھلانگ لگائیں تو تعلیلات سمجھ جائیں اور مشتقات کے بارے میں جان جائیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم عربی زبان کی گہرائی اور بلاغت میں قدم نہیں رکھیں گے اُس وقت تک ہم میں مطالعۂ قرآن مجید کا ذوق نہیں بڑھے گا۔ عربی سیکھنے کے بعد ہی ہم حدیث نبوی کو بھی آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ پھر ہمیں کوئی ورغلا نہیں سکے گا۔ اس سیکھنے کے لیے وقت بھی نکالنا چاہیے اور پیسہ بھی خرچ کرنا چاہیے۔ اس راہ میں آپ جو خرچ کریں گے، چاہے فیس کی شکل میں، کتب کی خریداری میں یا استاد کے پاس آنے جانے کی صورت میں، وہ

> فہم قرآن کے لیے عربی زبان سیکھنے کے علاوہ اصول تفسیر جاننا بھی لازمی ہے۔ بعض لوگ اصول تفسیر کو غیر اہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے عربی زبان سیکھ لی ہے، اب ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے

آپ کے لیے توشۂ آخرت ثابت ہوگا۔

فہم قرآن کے لیے عربی زبان سیکھنے کے علاوہ اصول تفسیر جاننا بھی لازمی ہے۔ بعض لوگ اصول تفسیر کو غیر اہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے عربی زبان سیکھ لی ہے، اب ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ عربی زبان سیکھنے کے باوجود اصول تفسیر جاننا لازمی ہے۔ اس کے بغیر انسان کے بھٹکنے کے خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کے لیے سب سے مفید رسالہ شاہ ولی اللہؒ کا ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' ہے جس کا قرآن مجید کے ہر طالب علم کو مطالعہ کرنا چاہیے۔

الغرض جس طرح کسی نئے علم اور فن کو سیکھنے میں ہم ہر طرح کے وسائل استعمال کرتے ہیں، اسی طرح قرآن مجید سیکھنے میں بھی ہمیں تمام وسائل بروئے کار لانا چاہیے۔ کیونکہ یہ وہ علم ہے جس کا سیکھنا فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ بھی جب اس وحی کو اللہ تعالیٰ سے لیتے تو نزولِ وحی کا وقت آپ کے لیے انتہائی مشکل ہوتا۔ یہ نہ سمجھئے کہ صحابہ کرام ؓ کی زبان عربی تھی، لہٰذا انھیں قرآن کو سیکھنے میں کوئی دشواری نہیں آئی ہوگی۔ ہرگز نہیں، بلکہ انہوں نے بھی اس قیمتی متاع کو حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی صعوبتیں جھیلیں۔ اس کو ہمارے لیے محفوظ بنایا۔ لہٰذا قرآن کریم کی قدر ان سے پوچھیں، جن کو ایک ایک آیت حاصل کرنے کے لیے قافلے والوں کی منت سماجت کرنی پڑی ہے، لیکن ہمارے پاس پورا قرآن کریم تیار شکل میں موجود ہے۔ اللہ کے بندوں نے بڑی محنتوں، قربانیوں اور مشکلات سے گزر کر اسے ہم تک پہنچایا، اس کو ہمارے لیے تیار کر کے چھوڑ گئے، اب ہمارا کام صرف اتنا رہ گیا ہے کہ اس کو پڑھ لیں، پڑھنا سیکھ لیں، اس کو سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو سیکھنے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں۔ انسان زندگی کے جس حصے میں بھی ہو اس کو اس حد تک قرآن ضرور سیکھنا چاہیے کہ قرآن کے اوامر و نواہی، فرائض و واجبات، حلال و حرام سے آگاہ ہوسکیں۔ دنیا میں یہی ایک دولت ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ اس دولت کو اپنے اپنے ظرف کے مطابق سمیٹنا چاہیے۔

''شعبان المعظم اور شب براءت کی فضیلت''

ایک وضاحت

قارئین! ہفت روزہ ندائے خلافت کے 12 تا 18 جولائی 2011ء کے شمارہ میں فرید اللہ مروت کا ایک مضمون بعنوان 'شعبان المعظم اور شب براءت کی فضیلت' شائع ہوا ہے۔ مضمون کی اشاعت سے قبل تحقیق و تفتیش کے تقاضے پورے نہیں کیے جاسکے۔ بنا بریں مضمون کی اشاعت پر ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اور جن قارئین اور احباب نے اس طرف توجہ دلائی ہے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔ اس مضمون کی نسبت سے چند ملاحظات پیش خدمت ہیں!

① ماہ شعبان کی فضیلت تو بلا شبہ اس اعتبار سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس مہینہ میں رمضان کے علاوہ سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔ جہاں تک شب براءت کا معاملہ ہے تو اس کی فضیلت کے بارے علامہ البانی ؒ نے صرف ایک روایت کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے کہ جس کے مطابق اس رات میں اللہ تعالیٰ مشرک اور کینہ پرور کے علاوہ مخلوقات کو معاف کرتے ہیں۔ اس روایت سے اس رات کی مطلق فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس رات کی مخصوص عبادت یا اس رات میں عبادت کی ترغیب و تشویق کے حوالہ سے کوئی صحیح یا حسن روایت موجود نہیں ہے۔

② مضمون نگار نے 15 شعبان کی رات اللہ کے رسول ﷺ کے جنت البقیع میں جانے والی جو روایت نقل کی ہے وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح مصنف نے 15 شعبان کے حوالہ سے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ اس رات آسمانوں پر سال بھر کے لیے انسانوں کی موت و حیات و رزق کے فیصلے ہوتے ہیں تو یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اسی طرح مصنف نے 15 شعبان کی رات کے بارے میں جو یہ روایت نقل کی ہے کہ اس رات اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ منادی کرتا ہے کہ کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اسے معاف کردوں، تو یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ صحیح روایت کے مطابق فرشتے کی یہ ندا صرف اس رات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر رات کے آخری تہائی حصہ کے لیے عام ہے۔

③ اس مضمون میں 15 شعبان کے روزہ کو مستحب قرار دیا ہے حالانکہ پندرہ شعبان کے روزہ کے بارے میں مروی روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

④ مصنف نے اس رات کی عبادت اور دن کے روزہ کو مستحب لکھا ہے تو اس بارے عرض ہے کہ استحباب ایک شرعی حکم ہے جو کسی شرعی دلیل سے ہی ثابت ہوتا ہے اور ضعیف یا موضوع روایت سے کسی عمل کا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس رات کی عبادت کی ترغیب و تشویق یا اس دن کا روزہ کسی صحیح روایت یا اللہ کے رسول ﷺ کے عمل یا صحابہ ؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس رات کی عبادت کو سنت سمجھ کر کرے یا اس دن کا روزہ سنت سمجھ کر رکھے تو یہ بدعت ہے اور اگر کوئی سنت سمجھے بغیر یہ کام کرے تو یہ بدعت نہیں ہے اور اس رات کی عبادت اور دن کے روزے کا ثواب بھی اتنا ہی ہے جیسا کہ عام راتوں کی عبادت اور عام دنوں میں روزہ رکھنے کا ثواب ہے۔ اس بارے تفصیل کے لیے ماہنامہ میثاق ستمبر 2006ء میں قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ تحقیق اسلامی کے ریسرچ ایسوسی ایٹ حافظ محمد زبیر کا مضمون بعنوان 'شب براءت: احادیث مبارکہ کی روشنی میں' ملاحظہ کیا جائے۔ (ادارہ)

ماہ رمضان المبارک کے دوران تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

لاہور، کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد، حیدرآباد، جہلم، گوجرخان، چشتیاں، بہاولنگر، ہارون آباد، پشاور، سکھر،
دادو، سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ، فیصل آباد، جھنگ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہونے والے

دورۂ ترجمۂ قرآن و خلاصۂ تعلیماتِ قرآن

کے پروگراموں کی فہرست

مرتب: علی رضا

حلقہ لاہور

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

مقام	پتہ	مدرس
سمن آباد	جامع مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ سمن آباد*	محمد اویس چیمہ
لاہور کینٹ	Couples شادی ہال، 1454/A، طفیل روڈ نزد صدر گول چکر، لاہور کینٹ*	اقبال حسین
ماڈل ٹاؤن	مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور*	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
گڑھی شاہو	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی، A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور*	حافظ مشتاق احمد
باغبانپورہ	شالیمار میرج گارڈن، کالج روڈ، بالمقابل پانی والی ٹینکی، باغبانپورہ، لاہور	شکیل احمد
واپڈا ٹاؤن	آمنہ شادی ہال، مین بلیوارڈ، اقبال ایونیو ہاؤسنگ سوسائٹی نزد شوکت خانم ہسپتال، لاہور*	مومن محمود
شیخوپورہ	جامع مسجد خدیجۃ الکبریٰ گلی نمبر 4 بالمقابل ہیر کلب، محلہ غوث نگر، چیچی کوٹھی روڈ، شیخوپورہ*	قیصر جمال فیاضی

خلاصۂ مضامین قرآن مع تراویح

مقام	پتہ	مدرس
ٹاؤن شپ	ادارہ اصلاح و تبلیغ، 362 بی بلاک فیز III، جوہر ٹاؤن، لاہور*	عبداللہ محمود
چھاؤنی	جامع مسجد و مکتب خدام القرآن، 4 اکیڈمی روڈ، والٹن، لاہور*	شہرام اقبال
شاہدرہ	جامع مسجد نور الہدیٰ، سوئی گیس روڈ، مین فیروزوالا (پندرہ پارے)	ڈاکٹر اقبال حسین مولانا افتخار احمد

خلاصۂ مضامین قرآن بعد نماز تراویح

مقام	پتہ	مدرس
محمد نگر	جامع مسجد النور (باغ والی) محمد نگر عقب ریلوے ہیڈکوارٹر، علامہ اقبال روڈ، لاہور	جناب عبدالرزاق
سنت نگر	جامع مسجد فضلیہ عثمانیہ، مونگیا سٹریٹ، دیوسماج روڈ، سنت نگر، لاہور	نثار احمد خان
بنک روڈ	مسجد و مرکز اسلامی بنک روڈ، نزد بند روڈ، لاہور*	نوید احمد شیخ
جوہر ٹاؤن	جامع مسجد P بلاک، 237، P-238 بلاک، جوہر ٹاؤن، لاہور*	خباب عبدالخالق

حلقہ جات کراچی (شمالی وجنوبی)

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

مقام	پتہ	مدرس
ڈیفنس	مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، خیابان راحت درخشاں، ڈیفنس فیز 6*	محمد نعمان
ڈیفنس	قرآن مرکز، 14 کمرشل اسٹریٹ نزد ایاز مسجد، ڈیفنس فیز 2*	ڈاکٹر محمد الیاس
یاسین آباد	قرآن اکیڈمی، یاسین آباد بالمقابل شمیم گارڈن، بلاک 9 فیڈرل بی ایریا*	شجاع الدین شیخ
سوسائٹی	گلستان انیس کلب، ہل پارک چورنگی شہید ملت روڈ*	انجینئر نعمان
گلشن اقبال	PIA گارڈن بالمقابل عثمانیہ ریسٹورنٹ، یونیورسٹی روڈ*	جمیل احمد
گلستان جوہر 1-2	اورینٹ لان، گلستان جوہر*	عامر خان
گلزار ہجری	نگہت پیلس*	راشد حسین
نارتھ ناظم آباد	ریم شادی ہال، نزد بخی حسن، نارتھ ناظم آباد*	عثمان علی
سرجانی ٹاؤن	ایمان شادی ہال*	نوید مزمل
نیو کراچی	سحر پیلس مین یو پی موڑ، کراچی*	مطیع الرحمن
شاہ فیصل کالونی	لعل ماسٹر اسکول گرین ٹاؤن*	حافظ محمد وقار
ملیر	برائٹ وے اکیڈمی نزد ماڈل کالونی ریلوے اسٹیشن*	ڈاکٹر سید سعد
لانڈھی	قرآن مرکز، لانڈھی نمبر 2 نزد رضوان سوئٹس*	اعجاز لطیف
کورنگی	الحمد گارڈن، بالمقابل اولیس شہید پارک، کورنگی 4*	حافظ انجینئر نوید احمد
کورنگی	شالیمار گارڈن، بالمقابل انڈس ہسپتال کورنگی کراسنگ*	حافظ عمیر انور

خلاصۂ مضامین قرآن بعد نماز تراویح

مقام	پتہ	مدرس
PECHS بلاک 2	ماسٹر سوسائٹی موٹرز بالمقابل آوانتی ٹیرس علامہ اقبال روڈ	فہد یونس
کلفٹن	مسجد عسکری 2	انجینئر فیصل منظور
کلفٹن	مسجد عسکری 3	مولانا شیر محمد

اختر کالونی	مدینہ سویٹس کی چھت پر، گلی نمبر 2 سیکٹر B	طاہر بن حبیب سراج احمد خان
کورنگی	مسجد ابوبکرؓ، سیکٹر 32-A کورنگی نمبر 1	ابرار حسین
ملیر	مسجد عائشہؓ، نزد ملوک ہوٹل ملیر	غلام مصطفیٰ بٹ
ملیر	دفتر انجمن سیفی برادران ملیر 15 اور کالا بورڈ کے درمیان	محمد حسین
کلفٹن	بلو فیملی پارک، نزد بلاول چورنگی، بلاک 2، کلفٹن*	محمد ہاشم
ناظم آباد	چاندنی لان*	اسامہ علی
شادمان ٹاؤن	جامع مسجد شادمان ٹاؤن	عمران لطیف
گلشن اقبال	مسجد عثمان فاران کلب نزد نیشنل اسٹیڈیم	سید سلیم الدین
اورنگی ٹاؤن	الفتح گارڈن سیکٹر ساڑھے گیارہ	محمد رضوان
اولڈ سٹی	مسجد مسلم جیم خانہ	آصف ہیرانی

حلقہ پنجاب شمالی

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

F-10 مرکز	مسجد دیوان عمر فاروق F-10 مرکز اسلام آباد	خالد محمود عباسی
ماڈل ٹاؤن ہمک	مسجد قباء ماڈل ٹاؤن ہمک غربی اسلام آباد	قمر عباسی
چک شہزاد	مکان نمبر NIH-3-B کالونی چک شہزاد، اسلام آباد	ڈاکٹر امتیاز احمد
چکلالہ	جامع مسجد گلزار قائد چکلالہ راولپنڈی*	نوید احمد عباسی
پیپلز کالونی	گلی نمبر 24-A مسجد الھدیٰ، پیپلز کالونی، ٹینچ بھاٹہ، راولپنڈی	عبدالرؤف

خلاصہ مضامین قرآن مع تراویح

سیٹلائٹ ٹاؤن	صدیق پبلک سکول 6th 15.D روڈ، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی	علاؤالدین خان

حلقہ حیدر آباد

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

قاسم آباد	مسجد جامع القرآن، کراچی بائی پاس، مین گیٹ وادھو واہ روڈ، گلشن سحر، قاسم آباد*	شفیع محمد لاکھو
لطیف آباد	بنگلہ نمبر 161/B، بلاک C-، نزد APTECH، ڈاؤلینس والی گلی، یونٹ نمبر 2، لطیف آباد*	غازی ابو احمد
حیدر آباد سٹی	کاچیلو ہاؤس، نزد، وائٹل لیبارٹری، صدر، حیدر آباد سٹی*	کامران خلجی

حلقہ پنجاب پوٹھوہار

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

جہلم	کچہری مسجد، جہلم	مرزا محمود الحسن
گوجر خان	مسجد العابد، حیات سر روڈ، گوجر خان	احمد بلال ایڈووکیٹ

حلقہ پنجاب شرقی

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

ہارون آباد	مسجد فاطمہ، المعروف جامع القرآن، ہارون آباد*	محمد رضوان عزمی / سجاد سرور
چشتیاں	ملت آئی ہسپتال، قاضی والا روڈ، چشتیاں	محمد امین نوشاہی

خلاصہ مضامین قرآن بعد نماز تراویح

بہاولنگر	مسجد جامع القرآن فاروق آباد شرقی، بہاولنگر*	محمود اسلم

حلقہ پشاور

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

نشتر آباد	حلیم بینکویٹ ہال، نشتر آباد، پشاور*	رحمت اللہ بٹر

حلقہ سکھر

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

سکھر	3/B، پروفیسر سوسائٹی، شکار پور روڈ، سکھر	(بذریعہ ویڈیو)
سوبھو خان مگسی	مسجد گاؤں سوبھو خان مگسی، تحصیل میہڑ ضلع دادو	احمد صادق سومرو
دادو	رہائش گاہ محمد مٹھل لغاری، محلہ مزدور آباد، دادو	(بذریعہ ویڈیو)

حلقہ گوجرانوالہ

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

سیالکوٹ	بھٹہ منزل، رنگپورہ روڈ، طارق پور، سیالکوٹ	حافظ نعیم صفدر بھٹہ
گجرات	مسجد تقویٰ، نزد پولیس چوکی سول لائن، جمال پور سیداں روڈ (لنک جلال پور جٹاں روڈ) گجرات	حافظ علی جنید میر

ترجمۂ قرآن بعد نماز فجر

گوجرانوالہ	مسجد نمرہ، ملک پارک، سوئی گیس لنک روڈ	حافظ محمد افضل

حلقہ فیصل آباد

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

فیصل آباد	قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2*	ڈاکٹر عبدالسمیع
فیصل آباد	الائیڈ سکول سسٹم علی ٹاؤن سرگودھا روڈ	محمد نعمان اصغر
جھنگ	جامعہ مسجد عبیداللہ (المعروف گنبد والی) جھنگ	مختار حسین فاروقی
جھنگ	قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ	عبداللہ اسماعیل

خلاصہ مضامین قرآن بعد نماز تراویح

فیصل آباد	اتفاق مسجد، Z بلاک، مدینہ ٹاؤن	سید کفیل احمد ہاشمی
شاہ کوٹ	جامعہ مسجد قبا، ننکانہ روڈ، شاہ کوٹ	ڈاکٹر غلام دستگیر
سرہالی	جامعہ مسجد دارالسلام RB55 سرہالی (بعد نماز فجر)	حافظ منور احمد

قرآن مجید کے منتخب مقامات

فیروز وٹواں	سفائر ٹیکسٹائل ملز، فیروز وٹواں	فیضان حسن جاوید
ٹوبہ ٹیک سنگھ	جامعہ مسجد سلطان فاؤنڈیشن، ٹوبہ ٹیک سنگھ	پروفیسر خلیل الرحمٰن

* نشان زدہ مقامات پر خواتین کی شرکت کا باپردہ انتظام ہے۔

باطل سے تصادم کا مرحلہ اول:

صبر محض اور اُس کی حکمت

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا ہو رہا تھا کہ ہمیں باطل کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے، اس سے پنجہ آزمائی کرنی چاہیے۔ چنانچہ سورۃ النساء کی اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ نے امام طبریؒ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں متعدد صحابہ کرام ؓ مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور بعض دوسرے صحابہ کرام (ؓ) کا نام مذکور ہے، کہ یہ وہ حضرات تھے جو بار بار حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کرتے تھے کہ اب ہمیں قتال کی اجازت ملنی چاہیے، ہم کب تک برداشت کریں گے! تصور کیجیے کہ جب مکہ میں حضرت سمیہ ؓ پر ظلم کیا جا رہا تھا جو صنفِ نازک میں سے تھیں، پھر بوڑھی بھی، تو کم از کم چالیس مسلمان موجود تھے۔ کیا ان کا خون کھولتا نہیں ہوگا؟ کیا وہ جوش میں نہیں آتے ہوں گے؟ اور حضور ﷺ سے عرض نہ کرتے ہوں گے کہ یارسول اللہ! آپؐ کی نام لیوا ایک بوڑھی خاتون کو اس طرح ستایا جا رہا ہے اور بے عزت کیا جا رہا ہے، تو کیا ہم میں مردانگی کا جوہر نہیں ہے؟ ہمیں اس بربریت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ لیکن اس وقت حکم یہی تھا کہ نہیں، کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ، اپنے ہاتھ بندھے رکھو، ابھی اپنے اس جوش و جذبہ کو تھام کر رکھو۔ جلد ہی وقت آئے گا، تب اپنا یہ جوش نکال لینا۔ کیونکہ انقلابی عمل کے اعتبار سے حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ جوش کو تھامو اور روکو۔ صبر کرو اور جھیلو۔ مدافعت میں ہاتھ مت اُٹھاؤ۔ چنانچہ حضور ﷺ جب حضرت یاسر ؓ کے خاندان کے پاس سے گزرتے تو انہیں صبر کی تلقین فرماتے: ((اِصْبِرُوْا یَا آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ)) ''اے یاسر کے گھر والو! صبر کرو! اس لیے کہ تمہارے وعدہ کی جگہ جنت ہے۔'' حضرت عثمان ؓ کو اُن کے چچا نے مارا اور بالآخر ایک چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دے دی۔ حضرت بلال ؓ کی گردن میں رسی ڈال کر اُن کا آقا چھوکروں کے ہاتھ میں تھما دیتا کہ اسے کھینچو۔ جیسے کچھ عرصہ پہلے عراق کی ابوغریب جیل میں قیدیوں پر تشدد کی تصویریں شائع ہوئیں کہ قیدیوں کو برہنہ کر کے گلے میں رسی ڈال کر انہیں زمین پر گھسیٹا جا رہا ہے۔ حضرت بلال ؓ کے ساتھ یہ معاملہ مکہ کی گلیوں میں ہوا۔ انہیں نوکیلے پتھروں والی زمین پر اس طرح گھسیٹا جاتا جیسے مردہ جانور کی لاش گھسیٹی جاتی ہے۔ حضرت خباب بن ارت ؓ جو پیشے کے اعتبار سے لوہار تھے، بڑے نیک نوجوان تھے۔ حضور ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو کر اُن کا کردار مزید بلند ہو گیا۔ ایمان لانے کی پاداش میں اُن کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا جاتا، جس سے وہ بجھ جاتے تھے۔ اس صورتحال میں صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا ہو رہا تھا کہ ہمیں باطل کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ اُس ظلم و ناانصافی کا قلع قمع کرنا چاہیے۔ متعدد صحابہ کرام ؓ بار بار حضور ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کرتے تھے کہ اب ہمیں قتال کی اجازت ملنی چاہیے کہ ہم کب تک یہ ظلم و زیادتی برداشت کریں گے۔ اس سلسلے میں ایک روایت بھی آتی ہے۔ حضرت خباب بن ارت ؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کو تکیہ بنائے تشریف فرما تھے۔ اس وقت ہم مشرکین کے ہاتھوں سختی سے دوچار تھے۔ میں نے کہا: کیوں نہ آپؐ اللہ سے دُعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپؐ اُٹھ بیٹھے۔ آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا، ''جو لوگ تم سے پہلے تھے، ان کی ہڈیوں تک گوشت اور اعصاب میں لوہے کی کنگھیاں کردی جاتی تھیں۔ لیکن یہ سختی بھی انہیں دین سے باز نہ رکھتی تھی''۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''اللہ اس امر کو یعنی دین کو مکمل کر کے رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ البتہ بکری پر بھیڑیے کا خوف ہوگا''۔ ایک روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ—''لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو۔'' (صحیح بخاری)

اسی پر سورۃ العنکبوت کی آیتیں اتری ہیں جن میں وہی اظہار ناراضی ہے، جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿الٓمّٓ (1) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (2) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ (3)﴾

''الم۔ کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں، ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ ہم نے پہلے بھی جو لوگ اس میدان میں آئے ہیں، ان کو آزمایا ہے۔ ٹھوک کر بجا بجا کر دیکھا ہے۔ ان کے خلوص کا امتحان لیا ہے۔ ان کے صبر اور استقامت کو جانچا ہے۔ ہمارا قاعدہ تو یہ ہے۔ لہٰذا جو بھی اس راستے پر آئے وہ سوچ سمجھ کر آئے۔ دعوتِ حق پھولوں کی سیج نہیں ہے، کانٹوں کا بھرا بستر ہے۔ جنت لینی ہے تو یہ سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ یہی بات سورۃ البقرہ میں فرمائی گئی:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (155)﴾

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی

کی) بشارت سنادو۔''

مکی دور میں اہل ایمان کو یہ حکم تھا کہ کسی تشدد، ظلم اور زیادتی کے جواب میں ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔ سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت جس کا ذکر پیچھے بھی ہو چکا ہے، مدینہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ بھی مدنی دور کے پانچویں یا چھٹے سال، جس کے الفاظ ہیں: ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ قِیۡلَ لَہُمۡ کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ﴾ (النساء:77) ''کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کی طرف جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔'' یہ حکم مکی دور کی کسی سورت میں نہیں ملے گا۔ اس وقت حکم یہ تھا کہ نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کرتے رہو ؎

با نشۂ درویشی در ساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

ابھی ''بر سلطنتِ جم زن'' کا حکم نہیں آیا تھا بلکہ تربیت اور تیاری کا مرحلہ تھا۔ اللہ سے زیادہ سے زیادہ لو لگاؤ۔ اللہ کی محبت دلوں میں مزید جماؤ۔ اپنے عزم و ارادہ کو اور زیادہ تقویت دو۔ اللہ کی راہ میں مصائب و تکالیف جھیلنے کا خود کو زیادہ سے زیادہ عادی اور خوگر بناؤ۔ بقول اقبال ؎

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

بہر حال یہ تعذیب کا دور چلا ہے۔ اسی کے ذریعے سے نظم کی پابندی کی ٹریننگ ہوئی ہے۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی بتادوں جو اگرچہ مجھے کسی کتاب میں تو نہیں ملا، تاہم 1979ء میں میں نے جدہ میں ایک ٹی وی سیریز ''فرسان اللہ'' دیکھی تھی، اُس میں یہ واقعہ دکھایا گیا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوجہل نے کسی بات پر تھپڑ دے مارا۔ جواب میں انہوں نے بھی ابوجہل کو تھپڑ رسید کر دیا۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ تو بہر حال شرفاء میں سے تھے، غلام نہیں تھے۔ اُن کے جوابی تھپڑ رسید کرنے پر حضورﷺ نے پندرہ دن کے لیے انہیں مکہ بدر کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر تم صبر نہیں کر سکتے تو کچھ روز کے لیے مکہ سے باہر چلے جاؤ۔

اس صبرِ محض (Passive Resistance) کے مرحلہ کی حکمت یہ ہے کہ ابتدا میں چند باہمت اور سلیم الفطرت لوگ اس انقلابی نظریہ کے قائل اور حامی ہوتے ہیں۔ اگر وہ لوگ Violent ہو جائیں، یعنی تشدد کا جواب تشدد سے دینے لگیں تو اس غلط نظام کے علمبرداروں کو پورا اخلاقی جواز مل جائے گا کہ انقلاب کے حامیوں کو کچل کر رکھ دیں۔ جب تک انہوں نے ہاتھ نہیں اُٹھایا تو ان مخالفین و معاندین کے چودھریوں اور سرداروں کے پاس کوئی اخلاقی جواز نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس حال میں اگر وہ تشدد کر رہے ہوں تو وہ بلا جواز ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رفتہ رفتہ عامۃ الناس کی ہمدردیاں انقلابی جماعت کے ساتھ ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان لوگوں کو آخر کیوں مارا اور ستایا جا رہا ہے، جبکہ یہ ہمارے معاشرے کے شریف، بے ضرر اور بہتر افراد میں سے ہیں، اور یہ لوگ خاموشی سے کیوں ماریں کھا رہے ہیں! اب ذرا چشم تصور سے دیکھیے، حضرت بلالؓ کو مکہ کی سنگلاخ اور تپتی زمین پر گردن میں رسی باندھ کر اس طرح گھسیٹا جا رہا ہے جیسے کسی مُردہ جانور کی لاش کو گھسیٹا جاتا ہے۔ آخر دیکھنے والے بھی انسان تھے۔ ان کے اندر بھی احساسات تھے! اگرچہ ان میں جرأت اور ہمت نہیں کہ اس بہیمانہ ظلم پر صدائے احتجاج بلند کریں۔ ایسے لوگوں کو اصطلاح میں خاموش اکثریت (Silent Majority) کہا جاتا ہے۔ یہ خاموش اکثریت اندھی اور بہری نہیں ہوتی۔ دیکھتی بھی ہے اور سنتی بھی ہے۔ خاموش تو ہے، بولتی نہیں ہے، لیکن وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتی رہتی ہے کہ یہ کیسا ظلم ہو رہا ہے؟ وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ بلالؓ جیسے محنتی اور فرض شناس غلام کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیوں ہو رہا ہے؟ خباب بن ارتؓ جیسے شریف النفس شخص کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر کیوں لٹایا جا رہا ہے؟ مکہ کے اندر یہ ظلم اہل مکہ دیکھ تو رہے تھے، مگر ظلم کرنے والے ابوجہل، ولید بن مغیرہ، اُمیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ بڑے بڑے چودھری اور سردار تھے۔ ان کے خلاف آواز اُٹھانا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ تو عوام کا ان کے خلاف کھڑے ہونے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن اندر ہی اندر ہمدردی کے احساسات پیدا ہو رہے تھے، بقول شاعر کیفیت یہ ہو رہی تھی کہ ع ''جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ''۔ چنانچہ دل اندر ہی اندر فتح ہو رہے تھے۔ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان مظلوموں نے کوئی جرم نہیں کیا، کسی کے ساتھ کوئی گستاخی نہیں کی، بس ایک بات کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ بس یہی ان کا ''قصور'' ہے۔ کسی پر انہوں نے آج تک ہاتھ نہیں اُٹھایا، کسی کو انہوں نے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا، پھر ان کے ساتھ یہ ظلم اور تشدد کیوں ہو رہا ہے؟

اصل میں صبرِ محض کے مرحلے کی حکمت اور اس کا فلسفہ یہی ہے۔ کسی انقلابی جماعت کو اس ''صبرِ محض'' (Passive Resistance) کے دور میں تین ابتدائی کاموں کو کرنے کی مہلت ملتی ہے۔ یعنی دعوت زیادہ سے زیادہ پھیلانا، دعوت قبول کرنے والوں کو منظم کرنا اور پھر اس مرحلے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان کی تربیت کرنا۔ اس لیے کہ اگلے تمام مراحل کی کامیابی کا دارومدار انہی تمہیدی و ابتدائی مراحل کی پختگی پر ہے۔ اگر ان مراحل کے تقاضوں کو کماحقہٗ ادا کیا گیا ہے اور انقلابی کارکنوں کی سیرت و کردار میں پختگی اور مضبوطی آ گئی ہے تب تو آگے چل کر کامیابی ہوگی، ورنہ وہی بات ہوگی کہ ریت کا گولہ بنا کر شیشے پر ماریں گے تو شیشہ کھڑا رہے گا اور وہ ریت بکھر جائے گی — پھر ایک اہم ترین بات یہ ہے کہ ماریں کھا کر لیکن ہاتھ نہ اُٹھا کر ایک طرف ان کارکنوں میں قوتِ برداشت اور قوتِ ارادی پروان چڑھتی ہے، اپنے نظریہ سے ان کی وفاداری مضبوط ہوتی ہے اور اس پر انہیں استقامت حاصل ہوتی ہے، جیسے خام سونا کٹھالی میں تپ کر کندن بنتا ہے اسی طرح ان انقلابی کارکنوں میں مظالم و مصائب کی بھٹیوں سے گزر کر ایک آہنی عزم اور پہاڑوں سے ٹکرانے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے اور ان میں ایثار و قربانی کا جذبہ اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسری طرف جور و تعدی، تشدد اور ظلم و ستم جھیل کر یہ لوگ معاشرہ کی خاموش اکثریت کے دل جیتتے چلے جاتے ہیں۔

یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت اگرچہ دے دی گئی تھی کہ اگر یہ تعذیب و تشدد تمہارے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے، تم اگر یہاں رہ کر نہیں کر سکتے تو اس ملک کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ میری زمین بہت وسیع ہے۔ چنانچہ بعض مسلمانوں نے حبشہ کو ہجرت بھی کی ہے۔ لیکن ظاہر ہے، یہ ہجرت فرض نہیں تھی۔ اس تعذیب کا کلائمکس 3 سال کی شعب ابی طالب کی قید ہے، جو سات نبویؐ سے 10 نبویؐ تک رہی۔ بنو ہاشم گھروں سے نکال کر شعب ابی طالب میں

محصور کر دیئے گئے، اور یہ طے کر دیا گیا کہ گھاٹی کے اندر کھانے پینے کی کوئی چیز جانے دی جائے گی۔ کچھ لوگ جیسے حکیم بن حزام ؓ جو حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کے رشتہ دار تھے، رات کی تاریکی میں کبھی کبھار ایک پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر کھانے کو کچھ دے آتے۔ ورنہ وہ وقت بھی آیا ہے کہ بنو ہاشم کے پھول جیسے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے چلا رہے ہیں، اور سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ سوکھا چمڑا اُبال کر اس کا پانی ان کے حلق میں ٹپکا دیا جائے۔

تین سالہ سوشل بائیکاٹ سے چھٹکارا ہوا ہے تو یوں ہوا ہے کہ قریش کے چوٹی کے لوگوں نے ایک عہد نامہ پر دستخط کر کے جس پر لکھا تھا کہ اب بنو ہاشم کا بائیکاٹ ہے، کوئی بھی ان سے کوئی شے نہ خریدے گا اور نہ بیچے گا، اُسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا تھا۔ جب اسے دیمک کھا گئی، تو کسی نیک دل نے کہا کہ بھئی وہ تمہارا عہد نامہ تو ختم ہو گیا۔ اب خدا کے لیے اُسے تم بھی ختم کر دو۔ تب وہ ختم ہوا۔ لیکن اسی سال 10 نبوی کو جسے حضور ﷺ نے عام الحزن کہا ہے، حضرت خدیجہ ؓ کا انتقال ہو گیا۔ باہر کفار کی باتیں سن کر آپؐ دل و دماغ پر بوجھ لے کر آتے تھے۔ اپنے گھر میں تو ایک دلجوئی کرنے والی رفیقہ حیات تھی وہ بھی نہیں رہی۔ پھر اسی سال آپؐ کے چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا۔ اگرچہ وہ ایمان نہیں لائے تھے مگر انہوں نے بنی ہاشم کے سردار کی حیثیت سے آپ کو تحفظ دیا۔ وہ قبائلی زندگی تھی۔ حضرت ابو طالب کے بنو ہاشم قبیلہ کے سردار ہونے کی وجہ سے پورا بنو ہاشم کا خاندان حضور ﷺ کے پیچھے تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ کے خلاف کوئی اقدام نہیں ہو سکا۔ اگر آپؐ کے خلاف اقدام ہوتا تو اس سے خانہ جنگی کا اندیشہ تھا۔ لیکن ابو طالب کے انتقال کے بعد وہ سہارا نہ رہا۔ لہٰذا کفار نے طے کر لیا کہ اب محمد (ﷺ) کو مزید رعایت نہیں دی جائے گی۔ وہ آپؐ کی جان کے درپے ہو گئے۔ اس پر جو اگلی باتیں ہیں، ان شاء اللہ آئندہ تقریر میں ہوں گی۔ اصل سیرت کا مضمون تو گویا اب شروع ہوا ہے۔ اس سے پہلے تو ہم نے فلسفہ سیرت پڑھا ہے۔

اقول قولی ھٰذا استغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

☆☆☆

"(اے علیؓ) اللہ کی قسم! اگر اللہ تیرے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی راہِ راست پر چلنے کی توفیق دے تو یہ تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ تجھے سرخ اونٹ ملیں۔" (الحدیث)

رمضان المبارک کے موقع پر
مکتبہ خدام القرآن لاہور کی
خصوصی پیشکش

رمضان گفٹ پیک

دین حق کا پیغام عام کرنے کے لیے
اپنے اعزہ و اقارب اور دوست احباب
کو تحفہ دیجیے

صرف
100
روپے میں

جس میں شامل ہیں:
- بیانُ القرآن (2 MP3 CDs) قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تفسیر
- مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
- عظمت صیام و قیامِ رمضان المبارک
- راہِ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں
- نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں
- نیکی کی حقیقت آیۃ البر کی روشنی میں
- موجودہ عالمی حالات کے پس منظر میں اسلام کا مستقبل
- پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات و خدشات اور بچاؤ کی تدابیر

از: ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

اسٹاک محدود ہے

ڈاک خرچ -/40 روپے۔
ڈاک سے منگوانے والے حضرات -/140 روپے کا
منی آرڈر/بنک ڈرافٹ درج ذیل ایڈریس پر ارسال فرمائیں

مکتبہ خُدّام القُرآن لاہور قرآن اکیڈمی 36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-042-35869501 email: maktaba@tanzeem.org web: www.tanzeem.org

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی
اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لئے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ
کے دو کتابچے ---- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:

① عظمتِ صوم
حدیث قدسی فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی روشنی میں
اشاعت خاص -/20 روپے

② عظمتِ صیام و قیامِ رمضان مبارک
اشاعت خاص -/30 روپے

کشکول بردار قوم

نورا کینہ قاضی

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ وہاں اوس وخزرج دو بڑے قبائل تھے جن سے شہر آباد تھا۔ دیگر قبائل کے کچھ لوگ بھی وہاں آباد تھے۔ وادیٔ ذی زرع مکہ کی نسبت یہاں کی زمین خاصی زرخیز تھی۔ یہاں پانی کے چشمے بھی تھے اور کنویں بھی۔ اس لیے کھجوروں کے علاوہ دیگر اجناس کی پیداوار بھی ہوتی تھی۔ لیکن اس میدان میں ترقی نہ ہونے اور دیگر اہم وسائل کی عدم دستیابی کے سبب وہاں کے باشندوں کے لیے زراعت کوئی تسلی بخش ذریعۂ معاش ثابت نہ ہوئی تھی، اور وہ اپنی ضروریات کے لیے یہود سے بھاری سود پر رقومات قرض لینے پر مجبور تھے۔ یہود ہر جگہ کی طرح مدینہ میں بھی بڑے خوش حال، متمول، طاقتور اور بڑے اثر ورسوخ کے حامل تھے بلکہ مدینہ کے اصل حکمران وہی تھے۔ ان کے قبائل بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع مدینہ کی عام آبادی سے ہٹ کر اپنے بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ یہ زبردست تاجر تھے۔ یہ باہر کے ملکوں سے تجارت کرتے تھے، سودی کاروبار کرتے تھے اور مدینہ کی تمام تجارت پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کے مقروض ہونے کے سبب سردارانِ اوس وخزرج باوجود کثیر التعداد رعایا کے سربراہان ہونے کے ان کے سامنے دبے دبے سے رہتے تھے، اور ان سے بگاڑ لیتے ہوئے ڈرتے تھے۔ بدترین معاشی حالات کے شکنجے نے انہیں اس درجہ مجبور و بے بس کر رکھا تھا کہ ان کی عزت و ناموس بھی یہودیوں کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں تھی۔

انہی حالات میں رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپؐ نے وہاں کے سیاسی، معاشی و معاشرتی حالات کا جائزہ لیا۔ آپؐ کو بخوبی احساس تھا کہ مہاجرین مکہ کے وہاں چلے آنے سے انصار مدینہ پر بہت معاشی بوجھ پڑ گیا ہے۔ جن کی معیشت کی رگ جان پہلے ہی پنجۂ یہود میں تھی۔ اس لیے آپؐ نے ان کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اور انہیں یہودیوں کی معاشی غلامی کے چنگل سے نکالنے کے لیے اہم اقدامات کیے۔ یوں انصار اس قابل ہو گئے کہ یہودی ساہوکاروں کے قرضے ادا کر کے ان کی معاشی غلامی کے چنگل سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئے۔

حیاتِ طیبہؐ کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ آپؐ نے کسی بھی صورت میں سخت سے سخت ضرورت اور مجبوری کے عالم میں بھی کسی دوسرے ملک سے قرضے یا امداد کی بھیک نہیں مانگی۔ اس وقت یمن، حبشہ، مصر، روم اور ایران کی عظیم سلطنتیں تھیں۔ سرحداتِ عرب کے غسانی اور دیگر قبائل کے امیر کبیر حکمران تھے۔ اندرونِ عرب طائف وحنین میں بھی بڑے دولت منداور طاقتور سردار موجود تھے۔ لیکن آپؐ نے کسی کے پاس کشکول بردار سفارت نہیں بھیجی، نہ ان سے ایک کوڑی کی مدد مانگنے کے روادار ہوئے، حالانکہ قیام مدینہ کے ابتدائی چند سال مسلمانوں پر بے حد کڑے گزرے۔ جنگ بدر، احد، خندق، پھر غزوۂ تبوک جن حالات میں لڑی گئیں وہ اوراقِ تاریخ میں محفوظ ہے۔ یہ بہت بعد کی بات ہے کہ فتح مکہ، پھر غزوۂ حنین کے بعد مسلمانوں کے دورِ خوشحالی کا آغاز ہوا۔ یہاں زور اس نکتے پر ہے کہ آپؐ نے کسی بھی صورت میں اغیار کے سامنے اپنی اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے سرد وگرم جھیلے، صبر و قناعت سے کام لیا۔ اس پر اللہ کی رحمتیں بھی مسلمانوں پر سایہ فگن ہوئیں، اور وہ اقوامِ عالم میں سربلند اور عظیم قوم بنے۔

خلافتِ راشدہ اور بعد ازاں اموی، عباسی، سلجوقی، عثمانی و دیگر حکمرانوں حتیٰ کہ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں کی تاریخ میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے اپنے وسائل سے کام لینے کی بجائے غیر مسلم حکومتوں سے قرضے یا امداد وصول کی ہو۔ جب تک مسلمان مالی لحاظ سے غیر اقوام کے محتاج نہ ہوئے، سربلند اور عظیم قوم رہے۔ پھر جب انہوں نے ملی غیرت وحمیت کے سودے پر اقوامِ غیر کی معاشی غلامی اختیار کی وہ پستیوں میں گرتے ہی چلے گئے۔ آج مسلم ممالک پر نظر دوڑائیے۔ چند ایک کو چھوڑ کر سب ہی یورپ و امریکہ کے بھرپور مقروض اور ان کے معاشی غلام بنے دکھائی دیں گے۔ ان میں ہمارا ملک بھی شامل ہے۔

اس دن کو ہمارے ملک کی تاریخ کا سیاہ ترین دن کہنا چاہیے جب لیاقت علی خان نے میر لائق علی کو کشکول گدائی دے کر امریکہ بھیک مانگنے بھیجا تھا۔ وہ دن اور آج کا دن ہم امریکہ کی معاشی غلامی کے چنگل میں اس حد تک جکڑے گئے ہیں کہ گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں دکھائی دیتی۔ وہ ہمارا آقا بن چکا ہے، اور ہم اس کے غلام، جس کے سامنے لرزہ براندام رہنا، اس کی خوشامد اور جی حضور کرنا ہماری عادت بن چکی ہے۔ صرف امریکہ ہی نہیں، ہم دنیا کے ہر امیر ملک کے مقروض ہیں اور دیگر بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے قرضوں کے انبار اس پر مستزاد ہیں، جن کے سود کی ادائیگی بھی الگ عذاب بنی ہوئی ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پاکستان بنتے وقت جب قوم نئے وطن کی تعمیر وترقی کے جوش وجذبے سے سرشار تھی، اس جوش وجذبے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس سے قربانیوں کا تقاضا کرتے ہوئے، اسے ملک کی تعمیر و بحالی کے کام پر لگا دیا جاتا۔ روکھی سوکھی کھا کر موٹا جھوٹا پہن کر قوم کا ہر فرد چینیوں اور جاپانیوں کی طرح پورے تن من دھن کے ساتھ پورے جوش وجذبے کے ساتھ ملک کی تعمیر وترقی میں دن رات ایک کرنے لگتا۔ یوں مختصر سے عرصے میں یہ نوزائیدہ ٹوٹا پھوٹا ملک نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا بلکہ اقوامِ عالم میں ایک سربلند مقام بھی حاصل کر لیتا۔ ایسا ملک جو ہر لحاظ سے خودکفیل ہوتا، اس کا ہر فرد قومی غیرت وحمیت اور خودداری کی تصویر ہوتا۔ مگر افسوس! ایک تو بانی پاکستان جلد ہی رحلت کر گئے۔ وہ جو کچھ اس ملک کے لیے کرنا چاہتے تھے بوجہ

مسلسل علالت و بیماری نہ کرسکے۔ دوسرے ان کے بعد ملک کو کوئی مخلص قیادت میسر نہ آسکی۔ کوئی ایسا راہنما نہ مل سکا جو قوم کی صحیح سمت راہنمائی کرتا۔ غلط قسم کے اور نااہل حکمرانوں نے قوم کی راہنمائی بھی غلط سمت کی۔ اسے غیرت مند، خوددار اور باوقار قوم بنانے کی بجائے ایک بھک منگی کشکول بردار قوم بناڈالا۔ اقوامِ عالم میں اسفل سافلین کے درجے پر پہنچادیا۔

وطنِ عزیز ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہے۔ سونا، تانبا، لوہا، کوئلہ، نمک، کرومائیٹ اور قیمتی پتھروں جیسی معدنیات یہاں موجود ہیں۔ تیل اور گیس کے بھی بھاری ذخائر اس میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں بہت سے دریا بہتے ہیں۔ دنیا کا بہترین نہری نظام اس میں ہے۔ اس کی زمینیں بے حد زرخیز ہیں۔ اگر ان تمام وسائل کو کام میں لانے کی طرف بھرپور توجہ دی جائے تو ملک نہ صرف بجلی کے بحران اور روز افزوں مہنگائی اور غیر ملکی قرضوں سے نجات پاکر خود کفیل ہوسکتا ہے بلکہ اقوامِ عالم میں چین، جاپان اور کوریا کی طرح ایک سربلند اور باوقار قوم بھی بن سکتا ہے۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ ہر حکومت کو کشکول برداری کی گویا لت پڑ چکی ہے۔ معمولی سے معمولی ضروریات کے لیے کسی ملک کے دروازے پر جھولی پھیلائے جا کھڑا ہونا، غیرت وحمیت، خودی وخودداری سب کو بالائے طاق رکھ کر ذرا سی بھیک کے لیے خوار ہونا ان کے لیے کوئی باعثِ شرم بات نہیں۔ طرّہ یہ کہ کہیں بھیک مانگنے جاتے ہیں تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ جاتے ہیں۔ لاکھوں کے سوٹ بوٹ تن زیب، کئی درجن وزراء اور امراء کی فوج ظفر موج۔ انتہائی قیمتی گاڑیوں میں نقل وحرکت، انتہائی مہنگے ہوٹلوں میں قیام، گداگری کے ساتھ سیر وتفریح کے بھی مزے — یہاں ایک دلچسپ واقعہ کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

یہ پیپلز پارٹی کے دورِ اوّل کا واقعہ ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو جنہیں آج بھی بڑا ذہین و فطین سیاست دان سمجھا جاتا ہے، امداد حاصل کرنے ایک لمبے چوڑے وفد کے ساتھ ناروے پہنچے، اور اوسلو کے بہترین اور مہنگے ترین ہوٹل میں جا اترے۔ اس وفد کی شان وشوکت اور شاہ خرچی ایسی تھی کہ یقین نہ آتا تھا کہ یہ کس پسماندہ اور غریب ملک کا وفد ہے۔ پھر جب بھٹو صاحب کی ملاقات ناروے کے وزیر اعظم سے ہوئی اور وہ ان سے امداد کے طلب گار ہوئے تو وزیر اعظم ناروے حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے کہا: ''آپ کی شان وشوکت اور کروفر دیکھ کر تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آپ ہم سے مالی امداد لینے نہیں بلکہ ہمیں دینے آئے ہیں۔'' یوں بھٹو صاحب کو شرمندہ اور بے نیل و مرام واپس آنا پڑا۔ یہ ڈھٹائی، بے حیائی اور بے حمیتی ہمارے ہر حکمران کی فطرت میں داخل ہے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ کسی ملک میں ان کے ساتھ خواہ کتنا ہی اہانت آمیز سلوک کیوں نہ کیا جائے، یہ بار بار اسی کے دروازے پر کشکولِ گدائی لیے جا کھڑے ہوتے ہیں۔ انہیں امداد کے نام پر جو بھیک ملتی ہے، اس کے حشر سے قوم کا ہر فرد بخوبی آگاہ ہے۔ اس کا غالب حصہ حکمرانوں اور ان کے حواریوں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔ باقی جو کچھ بچ رہتا ہے وہ بھی خرد برد سے محفوظ نہیں رہتا۔ نتیجتاً ملک کا ہر ادارہ بدعنوانی اور لوٹ مار کا میدان بنا ہوا ہے۔ اسی لیے ملکی ترقی نہ ہونے کے برابر اور ہر ادارہ، ہر شعبہ پستی اور تنزل کی طرف گامزن ہے۔ ہمارے حکمران اور ان کے حواری جان بوجھ کر ملک میں کوئی ترقیاتی کام اس لیے نہیں ہونے دیتے کہ اس طرح غیر ملکی امداد یا بھیک ملنے کا سلسلہ بند ہوجائے گا، جو ظاہر ہے ان کی جیبوں میں ہی جایا کرتی ہے۔ کالا باغ ڈیم اور بھاشا ڈیم کا مسلسل التوا، تھر میں کوئلے سے بجلی پیدا کرنے کے منصوبے کا التوا، بلوچستان میں سونے اور تانبے کے ذخائر کا بے کار پڑے رہنا، دریائی پانی کا ضیاع، پن بجلی کے منصوبے کا کاغذی حد تک محدود رہنا اس کی واضح مثالیں ہیں۔

بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ ملک کو بتدریج اندھیروں اور پتھر کے دور کی طرف دھکیل رہی ہے۔ آئے روز پٹرول اور سی این جی سٹیشنوں کی بندش، ذرائع نقل وحمل کی کمیابی اور گرانی، اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں آئے روز ہوش ربا اضافے، ہڑتالیں، احتجاجی اجتماعات، دھرنے، خودکشیاں، امن وامان کی بدترین صورتِ حال، اخلاق وکردار کی پستی، تمدنی بگاڑ، آخر یہ سب ہمارے ملک کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ اور دوسری طرف حکمرانوں کو دیکھئے۔ صحت وتندرستی کی بہترین تصویر، خوش باش جامہ زیب، لاکھوں کے سوٹ بوٹ تن زیب، محلات کی رہائش، انتہائی قیمتی موٹروں اور بلٹ پروف کاروں کی سواری، بیرونِ ملک علاج معالجہ، آئے روز کے بیرونی دورے، سیر وتفریحات، اللے تللے، بیرونِ ملک کروڑوں اربوں کی جائیدادیں، روپیہ پیسہ۔ ایسے میں خود کفالت کسی دیوانے کا خواب ہی دکھائی دیتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران اپنے اللے تللوں اور اسراف بے جا کو بند کریں۔ سادگی اختیار کریں۔ ان کی مثال سے دیگر عمال و حکام بھی سادگی اختیار کریں گے۔ ان کا اثر عوام پر پڑے گا۔ وہ بھی سادہ زندگی اختیار کریں گے اور سکھ چین کی سانس لیں گے۔ لیکن موجودہ حکمرانوں کو کوئی اچھی نصیحت کرنا اور اچھا مشورہ دینا گویا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔ یہ چاہے عمر بھر جیل میں سڑتے رہیں، نہ باہر سے اپنی لوٹی ہوئی دولت واپس لائیں گے، نہ ہی اس کا حساب دیں گے۔ عدالتی احکامات و ہدایات ان کے نزدیک نقش بر آب کے سوا کچھ نہیں۔ انہیں ان کی کوئی پرواہ ہے نہ لحاظ ——

حکمرانوں کا کام تو یہ ہے کہ احکاماتِ شریعت پر عمل پیرا ہوں۔ عدل و انصاف سے حکومت کریں۔ خودی اور خودداری سے کام لیتے ہوئے باہر کے ملکوں سے بھیک مانگنے کی بجائے اپنے وسائل کی طرف توجہ دیں، انہیں کام میں لائیں، ملک کو اپنے وسائل کے سہارے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوششیں کریں۔ اپنے وسائل کے سہارے ملک خود کفالت کی منزل تک پہنچ جائے گا تو اقوامِ عالم میں اسے عزت و توقیر بھی حاصل ہوگی اور عظمت وسربلندی بھی۔

اس سلسلے میں صرف عوام کو جگانے، انہیں قرآن وسنت سے جوڑنے، اُن میں دینی واجتماعی فہم وشعور اور بہترین قوتِ فیصلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

معمارِ پاکستان نے کہا

''ہمیں مسلمان اقلیتی صوبوں میں اپنی قسمت پر شاکر رہنا چاہیے اور اپنے اکثریتی صوبوں میں ''پاکستان'' کی شکل میں آزادی حاصل کر کے خودمختار آزاد حکومت قائم کرکے اپنی زندگی اسلامی قوانین کے مطابق گزارنی چاہیے۔''

(27 دسمبر 1940ء کو احمد آباد (گجرات) کے مسلمانوں سے خطاب)

ہمارے میر جعفر...... یہ کیسے لوگ میرے ہم سفر ہیں!

پروفیسر خباب احمد خان

بنگال کے ''صوبیدار'' کا نام سراج الدولہ تھا اور وہ نسلاً تاتاری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگزیب کی طرح وہ بھی تمام ہندوستان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ شان وشوکت چاہتا تھا، کیونکہ ایسا کرنے کا اسے موقع ملا ہوا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کے سنگ دل اور کمزور دماغ والے بادشاہ شاہ عالم ثانی سے بھی ناخوش تھا، جو مست اور بزدل بھی تھا۔ سراج الدولہ ان غیر ملکی تاجروں کو بھی ناپسند کرتا تھا، جو ہندوستان کے مسائل سے فائدہ اُٹھانے اور ان میں اضافہ کرنے آئے تھے۔ یہ بات عام ہے کہ کس طرح میر جعفر نے سراج الدولہ سے غداری کر کے انگریزوں کو بنگال پر قبضہ جمانے کا موقع فراہم کیا، لیکن اس بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس نے انگریزوں سے جو خفیہ معاہدہ کیا وہ قرآن شریف کو ضامن بنا کر کیا گیا تھا۔ میر جعفر نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو حاضر ناظر جان کر قسم کھاتا ہوں کہ اس معاہدے پر تادم حیات قائم رہوں گا اور یہ کہ انگریزوں کے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔ میں حکمران بنتے ہی سراج الدولہ سے جنگ کے نتیجے میں انگریزوں کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کے طور پر 244 لاکھ، 80 ہزار پاؤنڈ کے برابر نقد رقم ادا کروں گا۔ دستخط میر جعفر۔

والٹیر (VOLTAIRE) فرانس سے تعلق رکھنے والا مؤرخ ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی سوچ نے انقلاب فرانس کی بنیاد رکھی ہے۔ اس نے بیس ہزار سے زائد خطوط اور دو ہزار سے زائد کتابیں اور پمفلٹ تحریر کیے۔ اس نے ہندوستان کی تاریخ بھی لکھی، جس کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ والٹیر کی کتاب کا اردو ترجمہ 'اوراقِ ہند' کے نام سے 1937ء میں شائع ہوا۔ مندرجہ بالا اقتباس اسی کتاب کا ہے۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی دھرتی پر حملہ آور ہونے والوں کی کامیابی کی ''کلید'' میر جعفر ہی بنے، جنہوں نے اپنی قوم، ملت اور دھرتی کے خلاف دشمنوں سے ساز باز کی۔ محض مادی منفعت کے حصول کے لیے اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے معاہدے کیے۔

خلافت عباسیہ کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرنے والا اور بغداد کے سقوط کو یقینی بنانے والا مسلمان کہلانے والا ابن علقمی تھا، جس نے تاتاریوں سے خفیہ معاہدے کے تحت پہلے خلیفہ کی قائم کردہ ایک لاکھ فوج کا خاتمہ کرایا اور پھر دشمنوں کو حملوں کے لیے دعوت ہی نہ دی، بلکہ راستہ بھی دکھایا۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمے میں بھی مصطفیٰ کمال پاشا جیسے میر جعفر کام آئے اور قوم پرستی کے نعرے کے ذریعے مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد ''خلافت'' کا خاتمہ کر دیا۔ سقوط غرناطہ کے پس منظر میں بھی ایسے ہی کردار ابوعبداللہ کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں، جس نے اسپین کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا سے خفیہ معاہدے کیے اور مسلمانوں کی صدیوں سے قائم ریاست کے خاتمے پر غداری کی مہر ثبت کر دی۔ دکن کے میر جعفر کی طرح بنگال کی ریاست کے خاتمے میں میر صادق جیسے ننگ دیں اور ننگ وطن کو 'داشتہ بکار آید' کے طور پر استعمال کیا گیا۔ برصغیر کی تقسیم چونکہ مذہب کے نام پر ہوئی تھی اور توقع تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا: 'لا الٰہ الا اللہ' کے نام پر قائم ہونے والی اس ریاست میں میر جعفروں اور میر صادقوں کا گزر نہیں ہوگا، مگر بانی پاکستان کے بقول کھوٹے سکے اس ملک کی تقدیر کے مالک بن بیٹھے۔ میر جعفر کی اولاد میں سکندر مرزا اور اس قبیلے کے افراد نے اپنی موروثی روش کو جاری رکھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ میر جعفر و صادق نے پونڈ لے کر برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی یا سیدھے الفاظ میں برطانوی استعمار کی چاکری کی اور ہندوستان کی مسلم ریاست کی آزادی کو انگریزوں کے ہاتھوں بیچا تو قیام پاکستان کے بعد میر جعفر و صادق کی ذریت نے ڈالروں کے عوض اپنی آزادی گروی رکھی۔ سقوط ڈھاکہ میں انہی کے جانشینوں نے امریکی سامراج کے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔

استعماری خدمات کا یہ سلسلہ ''سقوط ڈھاکہ'' کے بعد بھی جاری وساری ہے۔ ڈالروں کی جھنکار پر اپنوں کو قتل کیا گیا اور کچھ کو ڈالروں کے عوض سامراج کے ہاتھوں بیچا گیا۔ میر جعفر کی اولاد اپنا پیشہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ میر صادق اور میر جعفر نے بھی اس وقت ''قومی مفاد'' کے نام پر آزادی کے متوالوں کو استعمار کی آشاؤں کی بھینٹ چڑھایا تھا، مگر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ وہ غدار اور سامراج کے ایجنٹ تھے، جنہوں نے پونڈوں کے معاوضوں کے لیے اپنی قوم کے خلاف دشمنوں سے ''معاہدے'' کیے اور قرآن پاک کو ضامن بنایا۔ نائن الیون (گیارہ ستمبر 2001ء) کے بعد جنرل پرویز مشرف نے میر جعفر کی یاد ایک بار پھر اس وقت تازہ کی جب اس نے قوم کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ کشمیر کاز، ایٹمی پروگرام اور معیشت کو بچانے کے لیے امریکا کی حمایت کر رہے ہیں۔ وہ نو برس تک ''قومی مفاد'' کے نام پر قوم سے جھوٹ بولتے رہے۔ مشرف نے خاموشی کے ساتھ جیکب آباد، پسنی، دالبندین اور شمسی کے فضائی مستقر امریکا کے حوالے کر دیئے۔ ایمرجنسی لینڈنگ کے لیے کور کمانڈرز کی زبردست مخالفت کے باوجود دیا جانے والا جیکب آباد کا ایئر بیس مکمل طور پر امریکی افواج کے حوالے کیا جا چکا تھا۔ جب ایک بار پاکستان کے فوجی دستے وہاں پہنچے تو انہیں امریکیوں نے وہاں داخل ہونے سے روک دیا۔ اکتوبر 2005ء میں آنے والے زلزلے کے بعد مشرف نے امدادی سرگرمیوں کے نام پر شمسی ایئر بیس بھی امریکیوں کے حوالے کر دیا۔ یہ ایئر بیس پاکستان میں ڈرون حملوں کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ میڈیا میں ان حملوں کی ذمہ داری امریکا پر ڈالی گئی تو مشرف نے جھوٹ بول کر کہ یہ حملے پاک فوج کر رہی ہے، وقتی طور پر میڈیا کا منہ بند کر دیا۔ مشرف

کے بعد اس کی وراثت زرداری اور گیلانی نے سنبھالی تو ڈرون حملوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حکمرانوں نے مذمت کے ساتھ پارلیمنٹ سے قرارداد بھی منظور کروا ڈالی، مگر امریکی میڈیا نے میر جعفر کے وارثوں کی اصلیت کا بھانڈا پھوڑتے ہوئے بتایا کہ ڈرون حملے حکومتی مرضی سے ہو رہے ہیں، مذمت محض عوام میں ''فیس سیونگ'' کے لیے ہے۔ ''واشنگٹن پوسٹ'' نے ڈرون حملوں کے حوالے سے پاکستان امریکا معاہدے کا تذکرہ کیا۔

فروری 2009ء میں امریکی سینیٹر ڈائن نانسٹائن نے سینیٹ میں ڈرون حملوں کے پاکستان سرزمین سے ہونے کا واضح الفاظ میں بیان دیا۔ پھر برطانوی روزنامہ ٹائمز نے ''گوگل ارتھ'' ویب سائٹ کی مدد سے شمسی ایئربیس کی تصاویر شائع کر دیں، جن میں ''پری ڈیٹر'' نامی ڈرون واضح کھڑے نظر آ رہے تھے۔ وزیر دفاع احمد مختار نے حکم دیا کہ امریکا شمسی ہوائی اڈہ فوراً خالی کر دے، جواب آیا، ہمارا خالی کرنے کا ارادہ نہیں۔ اس کے بعد ادھر تو خاموشی رہی مگر ایک اور بیان آیا کہ بھارتی فوج 45 دن تک لڑ سکتی ہے، جبکہ ہماری فوج نہیں۔ اہم مواقع پر ملک سے غائب رہنے والے وزیر دفاع کو فوج کی دفاعی صلاحیت کا کیا علم ہو سکتا ہے؟ جوتے بیچنے والے میر جعفروں کو پاکستان کی ایٹمی قوت کہاں نظر آتی ہے؟ اگر یہ صلاحیت نہ ہوتی تو دشمن کب کے وار کر چکے ہوتے۔ قوم کے مورال کو جوتوں میں ڈالنے کا فن ہمارے میر جعفروں سے زیادہ کسے آتا ہے۔ ''قومی مفاد'' کے نام پر 30 کھرب کی کرپشن کے ریکارڈ قائم کرنے والوں سے اور توقع بھی کیا کی جا سکتی ہے۔ حکمران اشرافیہ آج عوام کو بے وقوف بنا سکتی ہے، مگر تاریخ جھوٹ اور سچ کو ضرور سامنے لائے گی۔ ان کی اولاد اس وقت سر اُٹھا سکیں گی جب انہیں معلوم ہوگا کہ ان کے آباد اجداد ڈالروں کے لیے اپنے ہی ہم وطنوں پر بمباری کراتے رہے۔

یہ کیسے لوگ میرے ہمسفر ہیں
یہ کن رستوں پر چلتا جا رہا ہوں

یہ جھوٹ میر جعفر کی اولادوں کی طرح ان کے حواریوں کا بھی تاریخی ورثہ بن کر رہے گا۔ میر جعفروں کا اقتدار ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے، کاش قوم اپنے اعمال درست کرے تو ان سے نجات مشکل نہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

خلافت فورم

☆ پاکستان سیاسی عدم استحکام کا شکار کیوں ہے۔ بار بار فوجی مداخلت کیوں ہوتی ہے؟
☆ قیام پاکستان سے آج تک جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیوں نہیں ہو سکا؟
☆ پاکستان کی سیاسی جماعتیں مستحکم کیوں نہ ہو سکیں؟
☆ ہماری زمین زرخیز، معدنیات کے خزانے موجود، چاروں موسم میسر، پھر پاکستان غریب کیوں ہے؟
☆ معاشرتی اور سماجی سطح پر پاکستان کہاں کھڑا ہے؟
☆ پاکستان کو اندرونی و بیرونی لاحق خطرات سے کیسے بچایا جا سکتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھئے

تجزیہ کار: ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت)　　میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بقیہ: اداریہ

سنتِ رسول سے لاتعلق ہو چکا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان ہی نے دین سے اعراض کیا ہے اور اسے پس پشت ڈالا ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ اس حال کو پہنچا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے قیام کا جواز اسلام بتایا گیا تھا۔ کسی اور ملک نے اپنے نام کا مطلب لا الہ الا اللہ نہیں بتایا تھا۔ علاوہ ازیں اگر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی قرآن کو ترک کیا ہے تو کون سی دنیا میں عزت کمائی ہے۔ آج پوری دنیا میں ایک اسلامی ملک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کر سکے اور وقت کی سپر پاور سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مسلمانوں کی بستیاں اجاڑ رہا ہے اور مسلمانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل رہا ہے۔ اس کا ہاتھ صرف اور صرف ایک اسلامی فلاحی ریاست روک سکتی ہے۔ ہر کلمہ گو کا اوّلین دینی فریضہ ہے کہ مذکورہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے تن من دھن لگا دے۔ یہی حالات کا تقاضا ہے، یہی کرنے کا اصل کام ہے، یہی جہاد ہے۔ پندرہ سو سال قبل مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست قلیل مدت میں یورپ، ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے قرآن کو اپنا امام بنا کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی راہیں متعین کیں تھیں اور آج اگر اسلام کے نام پر بننے والی دوسری ریاست پاکستان ناکامیوں اور محرومیوں سے دوچار ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے حقیقی اور عملی تعلق منقطع کر لیا ہے۔ ہم اگر رمضان کی برکات سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔ اے کاش! رمضان میں جنم لینے والا پاکستان قرآن کی عملی تعبیر نظر آئے۔ اے کاش! رمضان کے روزے ہمیں ایسی روحانی توانائی بخش دیں کہ ہم اُس نظامِ باطل کا سر کچل سکیں جس نے دنیا میں ہمیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیا اور ہماری اُخروی فلاح بھی مشکوک بنا دی ہے۔

مقامی تنا ظیم ماڈل ٹاؤن ہمک، بہارہ کہواور ایبٹ آباد میں بالترتیب نصیرالدین، محمد آفتاب عباسی اور عبدالرفیع امیر مقرر

حلقہ پنجاب شمالی سے مقامی تنا ظیم ماڈل ٹاؤن ہمک، بہارہ کہواور ایبٹ آباد میں تقرر امراء کے لیے ناظم حلقہ کی جانب سے موصولہ اُن کی اپنی تجاویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 جون 2011ء میں مشورہ کے بعد نصیرالدین کو مقامی تنظیم ''ماڈل ٹاؤن ہمک''، محمد آفتاب عباسی کو مقامی تنظیم ''بہارہ کہو'' اور عبدالرحمٰن رفیع کو مقامی تنظیم ''ایبٹ آباد'' کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب کی مقامی تنا ظیم وہاڑی اور ملتان شمالی میں ڈاکٹر مظہر الاسلام اور سعید اظہر عاصم کا بطور امیر تقرر

حلقہ پنجاب جنوبی سے مقامی تنا ظیم ''وہاڑی'' اور ''ملتان شمالی'' میں تقرر امراء کے لیے امیر حلقہ کی جانب سے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 جون 2011ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر مظہر الاسلام کو مقامی تنظیم ''وہاڑی'' اور سعید اظہر عاصم کو مقامی تنظیم ''ملتان شمالی'' کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم ''گجرات'' میں ناصر علی منگا امیر مقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کی جانب سے مقامی تنظیم ''گجرات'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 جون 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب ناصر علی منگا کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم ''علامہ اقبال ٹاؤن'' میں عاصم نذیر بخاری کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور ڈویژن کی جانب سے مقامی تنظیم ''علامہ اقبال ٹاؤن'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 جون 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب عاصم نذیر بخاری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے مغفرت کی درخواست

- تنظیم اسلامی نیو ملتان کے مبتدی رفیق ذیشان کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰهم اغفرله وارحمه وادخله في رحمتك وحاسبه حسابًا يسيرًا

ماہ جون میں ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مصروفیات

4 جون 2011ء ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین جنالی تشریف لے گئے اور درس دیا۔ 7 جون کو بعد نماز عصر انہوں نے افضل پور میں اور اُسی دن مغرب کے بعد غازی مسجد (میر پور) میں درسِ قرآن دیا۔ رات گئے گوجر خان واپسی ہوئی۔ 10 جون کو ناظم حلقہ تنظیم اسلامی جہلم میں نئے امیر کے تقرر کے ضمن میں مشاورت کے لیے جہلم تشریف لے گئے۔ 11 جون کو انہوں نے ڈیرہ بخشیاں کے مقام پر درس قرآن دیا۔ 12 جون 2011ء کو چکوال میں درس قرآن ہوا۔ 21 جون 2011ء بعد نماز ظہر دینہ میں رفیق تنظیم کے گھر پر درس قرآن کی محفل ہوئی۔ 23 جون کو ناظم حلقہ نے بعد نماز مغرب پاکستان شادی ہال میں منعقدہ خصوصی پروگرام میں شرکت کی۔ پروگرام میں نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان خالد محمود عباسی نے خطاب کیا۔ یہ پروگرام رات دس بجے تک جاری رہا۔ 25 جون کو گوجر خان کی دونوں تنا ظیم نے ڈرون حملوں اور ممکنہ شمالی وزیرستان آپریشن کے خلاف مظاہرہ کیا، جس سے ناظم حلقہ نے خطاب کیا۔ 26 جون بعد نماز مغرب ناظم حلقہ نے غازی مسجد (میر پور) میں درس قرآن دیا۔ آپ کا ماہ جون کا آخری درس 30 جون کو بڑکی جدید میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی کا پیغام ═══ نظام خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے زیرِ اہتمام

31 جولائی 2011ء بروز اتوار بعد از نماز مغرب
شالیمار میرج گارڈن کالج روڈ بالمقابل پانی والی ٹینکی باغبانپورہ لاہور میں

جلسہ استقبالِ رمضان

ہوگا، ان شاء اللہ۔ جس سے

ڈاکٹر عارف رشید
ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
خطاب فرمائیں گے

خواتین کے لیے باپردہ انتظام ہے

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو۔ برائے رابطہ: 0313-4338725

ای میل: lahore@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org